SENATE OF PAKISTAN

DEBATES

Tuesday, August 05, 2008

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty seven minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذباللّٰه من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یایھاالذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسٰی ربکم ان یکفر عنکم سیاٰتکم و یدخلکم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر یوم لایخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علٰی کل شی قدیر۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے سامنے خالص توبہ کرو کچھ بعید نہیں کہ تمہارا رب تم سے تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جس دن اللہ اپنے نبی کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہیں کریگا۔ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔ وہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے

SENATE OF PAKISTAN

DEBATES

Tuesday, August 05, 2008

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty seven minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یایھاالذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسٰی ربکم ان یکفر عنکم سیاٰتکم و یدخلکم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر یوم لایخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علٰی کل شیٔ قدیر۔

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ کے سامنے خالص توبہ کرو کچھ بعید نہیں کہ تمہارا رب تم سے تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جس دن اللہ اپنے نبی کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہیں کریگا۔ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔ وہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے

ہمارا نور پورا کر اور ہمیں بخش دے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(سورة التحریم آیات ۸-۶)

جناب چیئرمین: جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد۔ جی بھنڈر صاحب آپ افضل چیمہ صاحب کا condolence کرنا چاہتے ہیں۔

Fatcha

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب محمد افضل چیمہ صاحب جو نیشنل اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر تھے، نہایت ہی منجھے ہوئے اور تجربہ کار parliamentarian تھے۔ وہ جج ہائی کورٹ بھی رہے اور سپریم کورٹ کے جج بھی رہے۔ وہ دراصل parliamentary life میں ایک مشعل راہ تھے، انتقال فرما گئے ہیں۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب چیئرمین: جی آپ دعا کروائیں۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! ایک تعزیتی Point of Order ہے کہ گزشتہ دو دنوں سے سارے ملک میں سیلاب آیا ہوا ہے جس میں تقریباً پچاس کے قریب لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔ صرف پشاور میں بتیس لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔ ان سب کے لیے ہم کچھ اور نہیں کر سکتے تو دعا تو کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی اس کا آپ نے ذکر بھی کیا تھا۔ جی دعا کریں گے اور جیسے میں نے آپ سے عرض کیا کہ یہ ہم نے government کے ساتھ take up کیا ہوا ہے اس کو باقاعدہ follow بھی کریں۔ جی دعا کریں جی۔

(مداخلت)

سینیٹر حاجی محمد عدیل: وہ میں بعد میں بات کروں گا۔

سینیٹر کامل علی آغا (قائد حزب اختلاف): صوبے کے اندر یہ خود حکمران ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہمارے لوگ مرے ہیں اور یہ لوگ ہنس رہے ہیں۔ اگر ان کے کوئی لوگ مر گئے، ان کے ہاں سیلاب آیا تو یہ فاتحہ نہیں کریں گے؟

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب چیئرمین: جی قاضی صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: ہم ہی کیا دنیا ہنس رہی ہے۔ ان کے دوروں پر ہنس رہی ہے۔ان کی کارکردگی پر ہنس رہی ہے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (وفاقی وزیر برائے مکانات و تعمیرات): ان کی حکومت نے بلوچستان میں سیلاب کے دوران جو فنڈز کا غبن کیا تھا، ان کو شرم آنی چاہیے۔ یہ کس منہ سے یہ بات کرتے ہیں۔

سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) جاوید اشرف: جناب! میرا ایک Point of Order ہے کہ کل جب یہ issue اٹھایا گیا تھا کہ آئی ایس آئی کو Ministry of Interior کے نیچے دے دیا گیا ہے تو Leader of the House نے اٹھ کر کہا تھا کہ نہیں اس کو rectify کر دیا گیا ہے اور وہ ایک Press Release کے ذریعے بتا دیا گیا ہے۔ جس پر میں نے کہا تھا کہ notification کو صرف ایک notification cancel کرتا ہے۔ آج پریس یہ رپورٹ کر رہا ہے اور ٹی وی چینل پر بھی آ رہا ہے، government کی طرف سے بیان آ رہا ہے اور اس پر Leader of the House کو بھی quote کیا جا رہا ہے کہ Notification cancel نہیں ہوگا اور یہ بدستور وزارت داخلہ کے نیچے ہی رہے گی۔ اس کا مطلب ہے Leader of the House نے کل غلط بیانی سے کام لیا۔ جب انہوں نے ہمیں کہا کہ یہ change ہو گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ پورے ہاؤس کا انہوں نے استحقاق مجروح کیا ہے۔ یہ ہمارے ساتھ انہوں نے غلط بیانی کر کے وقتی طور پر اس issue کو defuse کرنے کی کوشش کی ہے اور بعد میں اصلیت پر آ گئے۔ اصلیت یہ ہے کہ democratic dictatorship قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ نہ صرف جو لوگ اس طرف بیٹھے ہیں بلکہ آج جو اس طرف بیٹھے ہوئے ہیں کل کو یہ سب کو face

کرنا پڑے گا اگر یہ چیز ہو گی۔

میں سمجھتا ہوں sir کہ اس کی explanation آنی چاہیے کیونکہ اگر اس کی explanation نہیں آئے گی تو پھر کم از کم session کا میں تو بائیکاٹ کروں گا اور میں فی الحال token protest کے طور پر walk out کر رہا ہوں۔

(اس مرحلے پر تمام اپوزیشن ارکان نے ہاؤس سے ٹوکن واک آؤٹ کیا)

جناب چیئرمین: وہ موجود نہیں ہیں جب وہ آئیں گے تو کاکڑ صاحب! آپ ان کو بتا دیجئے گا اس بارے میں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: شکریہ جناب چیئرمین' پارلیمنٹ میں پہنچ کے بھی مزاج تو جرنیلی ہے۔ کل یہاں Leader of the House نے Chair کو address کرتے ہوئے بتایا ہے کہ Prime Minister House میں اس کو دیکھا جا رہا ہے اور جیسے ہی کوئی official policy آئے گی وہ اس House کے سامنے بھی آئے گی اور پھر اس کو بھی دیکھا جائے گا۔ میں House کو پھر assure کراتا ہوں کہ ابھی تک officially کوئی ایسے version سامنے نہیں آئے۔

جناب چیئرمین: اپوزیشن کو بھی لے آئیں۔ سواتی صاحب! آپ سے بھی عرض کروں گا تاکہ پھر ہم کارروائی جاری رکھیں۔ گو علامتی واک آؤٹ ہے۔ میرا خیال ہے جیسے روایت ہے جا کے لے آئیں تو بہتر ہے' بلور صاحب۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: نہیں ہمارے پاس ایک روایت ہے۔ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آتے ہیں۔ جب یہاں والے وہاں بیٹھے تھے تب بھی میں یہی عرض کیا کرتا تھا' اب بھی یہی عرض کروں گا۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب! میں اس مسئلہ پر current information دیتا ہوں۔ ابھی میں National Defence University سے آ رہا ہوں۔ وہاں پر جناب سیکرٹری صاحب نے میرا نام بھیج دیا تھا۔ وہاں صبح سے شام تک بیٹھنا پڑتا ہے۔ ابھی ISI کے جنرل

نے اسی موضوع پر briefing دی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ابھی تک hierarchy وہ President and Prime Minister ہیں۔ ہم نے اسی مسئلے پر تقریباً پندرہ سوال اٹھائے اور پوچھا اور اس کے بعد رحمان ملک صاحب بھی گئے۔ یہ پتہ نہیں کس نے confusion پیدا کیا تھا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے جی۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے ابھی رضا صاحب آئیں گے تو ان کو یہ بتا دیجئے گا تاکہ وہ خود بھی اس پر بات کرلیں۔ جی leave applications.

Leave of Absence

جناب چیئرمین: مولانا عبدالغفور حیدری نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ پندرہ اگست تا اختتام حالیہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب طارق عظیم خان ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ چوالیسویں اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے گزشتہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: پروفیسر ساجد میر ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 4 اگست کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب نجم الدین خان نے اطلاع دی ہے کہ وہ Beijing Olympics میں شرکت کے لیے چین کے دورے پر ہیں اس لیے مورخہ 17 اگست تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

Standing Committee کی report تھی میرا خیال ہے ہمارے ساتھی آ جائیں تو

وہ میں lay کرا لوں۔ نائیک صاحب کی بھی ہے آپ اس کو lay کر دیں گے؟ رزینہ عالم صاحبہ Item No.2 پر آپ اگر بولنا چاہیں۔

Laying of Report

سینیٹر رزینہ عالم خان : شکریہ چیئرمین صاحب۔

I present the 9th Report of the Standing Committee on Education, Science and Technology for the period of 1st April to 30th June, 2008 under rule 170 of the Rules of Procedure and Conduct of Business, 1988. It may be placed on record.

Mr. Chairman: Report stands presented and my compliments to the Committee.

Senator Razina Alam Khan: Thank you. Mr. Chairman! in presenting the report of my committee, I would like to make a statement that all the members of this Committee have worked together as a team, rising above party politics in their learned recommendations on education issue.

I also thank the Secretary Senate and the staff of the printing section of the Senate for their cooperation. Thank you, Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Thank you. Item No.3,

نائیک صاحب نہیں ہیں۔ Papers کوئی اور lay کرنا چاہیں گے، کاکڑ صاحب؟ آپ کر لیں ان کی جگہ پر۔

Senator Rehmatullah Kakar: From the Minister-in-Charge of Establishment Division, I beg to lay before the Senate, the Federal Public Service Commission Annual Report for the year, 2007, as required

under Section 9(1) of the Federal Public Service Commission Ordinance 1977.

Mr. Chairman: The papers stand laid. We may now take up the discussion on Item No. 4 and I now give the floor to Haji Adeel Sahib. Yes, Sahibzada Sahib.

سینیٹر صاحبزادہ خالد جان: جناب حاجی عدیل صاحب سے میں پہلے عرض کرتا ہوں کہ پچاس ساٹھ لوگ سوات میں بمباری سے فوت ہو چکے ہیں۔ چار پانچ دن سے ہر روز بارش کی طرح گولیاں برس رہی ہیں اور ہر روز سینکڑوں افراد شہید ہو رہے ہیں چاہے فوج کا ہو، ملیشیا کا ہو، پولیس کا ہو یا عوامی ہو اس کے لیے بھی دعائے مغفرت کریں۔

جناب چیئرمین: دعائے مغفرت کریں۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

Commenced Motion Under Rule 194 Further discussion on factors relevant to the integrity and security of the country.

جناب چیئرمین: حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ کہ مجھے اس subject پر بات کرنے کا موقع آپ دے رہے ہیں۔ مجھ سے پہلے ہمارے قائد ایوان نے نہایت مدلل اور بھرپور طریقے سے حکومت کا موقف پیش کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد گنجائش تو نہیں رہتی لیکن میں کوشش کروں گا کہ جو کچھ انہوں نے کہا اس کو میں نہ دہراؤں۔ جناب چیئرمین! لیکن بعض حقائق ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بار بار زبان پر آ جاتے ہیں میں کوشش کروں گا کہ ان کو repeat نہ کروں لیکن اگر کوئی ایسی بات ہو تو میں اپنے بھائی اور قائد حزب اختلاف سے پہلے معذرت طلب کرلیتا ہوں۔ اتفاق سے اس لیے کہا کہ یہ لوگ کبھی بھی حکومت کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ ہم تو کھڑے رہتے ہیں لیکن حکومت بدل جاتی ہے۔ ہم تو حکومت کو نہیں چھوڑتے ہیں یہ پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ ان کو مجبوراً حزب اختلاف میں بیٹھنا پڑا۔

جناب چیئرمین ! ہماری external policies پر کل تنقید ہوئی ۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب کے دورے پر تنقید ہوئی ۔ USA کے رویے پر تنقید ہوئی ۔میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ امریکہ کا حکمران ڈکٹیٹر کو پسند کرتا ہے چاہے وہ مشرف ہو ' چاہے ضیاء الحق ہو ' چاہے ایوب ہو ' ایسے ڈکٹیٹروں کے لیے red carpet reception کیے جاتے ہیں۔ کیوں ؟ اس لیے کہ ایک شخص سے سودا کرنا پڑتا ہے' ایک پارلیمنٹ سے ' ایک منتخب حکومت سے بات کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے ۔ایک ٹیلی فون پر لوگ سر جھکا دیتے ہیں' اپنا بیلٹ کھول کر پھینک دیتے ہیں لیکن ملک کی منتخب نمائندہ حکومت جس کو پارلیمنٹ اور عوام کا ووٹ حاصل ہوتا ہے ' اعتماد حاصل ہوتا ہے ان کے ساتھ ان کا رویہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے ۔ میں ۱۹۴۷ء کی مثال دوں گا جب قائد اعظم گورنر جنرل تھے اور انہوں نے اپنا ایک خاص نمائندے میر لائق کو امریکہ بھیجا تھا ۔اس وقت اصفہانی وزیر خارجہ تھے اور امریکہ سے پاکستانی حکومت نے درخواست کی کہ ہماری اقتصادی ترقی اور ہماری پاک فوج کے استحکام کے لیے ہمیں دو ارب ڈالر چاہییں ۔امریکن گورنمنٹ نے آزاد ریاست کی ایک نئی منتخب حکومت کے اس مطالبے کو بالکل اہمیت نہیں دی اور پھر اس کے بعد ہماری حکومت نے ان سے کہا کہ ہمیں اگر آپ دو ارب ڈالر نہیں دے سکتے تو ہمیں ۵۱ کروڑ ڈالر کا قرضہ دیں ۔جناب چیئرمین ! اس وقت کی امریکن گورنمنٹ نے اس سے بھی انکار کر دیا اور اس کے بعد ہماری حکومت نے کہا کہ بیس لاکھ مہاجر آئے ہیں' وہ مہاجر جو ہندوستان سے آئے ہیں' جو بعد میں ہماری بیوروکریسی پر چھا گئے تھے۔ تو ۱۵ ڈالر فی مہاجر کے حساب سے ہمیں امداد دیں تاکہ ان کے لیے کمبل خریدے جائیں اور یہ صرف ساڑھے چار کروڑ ڈالر بنتے تھے ۔ جناب چیئرمین ! یہ تاریخی حقیقت ہے کہ امریکن گورنمنٹ نے انکار کر دیا اور ہمارے گورنر جنرل کو چار جھولنے والے پنکھے دے دیئے ۔قائد اعظم نے ۳ گھنٹے ان کے سفیر سے بات کی تھی تو امریکہ ہمیشہ غیر منتخب حکومت ڈکٹیٹر اور آمر چاہے وہ فلپائن کے ہوں ' چاہے وہ ایران کے بادشاہ ہوں ' چاہے انور سادات مصر کے ہوں 'ان کو بڑا welcome کرتے ہیں ان کو red carpet reception دیتے ہیں لیکن جب وہ آمر مر جاتا ہے تو امریکہ کی زمین ان کے لیے تنگ ہو جاتی ہے چاہے وہ ایران کا بادشاہ ہو یا انور سادات ہو 'یا مارکوس ہو ' یہی حشر ان تمام ڈکٹیٹروں کا ہوتا ہے لیکن جب منتخب نمائندے جاتے ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ team-mate

ان کے آگے پیچھے تھا۔ اگر ان کو یاد نہیں ہے کہ جب مشرف گیا تھا تو ان کے وزیروں کو علیحدہ کرکے نیچے کھڑا کیا گیا' ان کے بیلٹ کھولے گئے' ان کے جوتے اتارے گئے' ان کی تمام چیزیں TV channel پر دکھائی گئی ہیں ۔ وزیروں کو اتنا ننگا کیا گیا ان کی تلاشی لی گئی۔ ہمیں فخر ہے کہ منتخب حکومت کے ساتھ کوئی دوسری حکومت یہ رویہ اختیار نہیں کر سکتی۔ صدر کلنٹن جب پاکستان میں آئے تو مشرف کے ساتھ اس نے تصویر نہیں کھنچوائی ۔ جناب ! یہ بعد کی بات ہے کہ مشرف صاحب جب بش کے آگے لیٹ گئے تو پھر انہوں نے جتنا مانگا گیارہ ارب ڈالر پانچ سال میں دیئے جس کا ہمیں پتا نہیں کہ وہ کدھر گئے ہیں چاہے وہ باسفورس کے کنارے ایک بنگلے کی تعمیر پر لگ گئے ہیں اس کا ہمارے پاس کوئی audit ہے نہ پارلیمنٹ میں وہ کوئی account پیش کیا گیا' نہ بجٹ کی کتابوں میں اس کی آمدن اور خرچہ کا ذکر ہے ۔

جناب چیئرمین ! یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ گزشتہ ساٹھ سال سے اور پاکستان کی تاریخ میں تیس سال سے زائد دور میں یہاں پر ڈکٹیٹروں اور آمروں نے حکومت کی ہے اور ان کے چمچوں نے مختلف ناموں سے ، مختلف لیڈروں کے ناموں سے ان کو تعاون دیا ہے ۔ جناب چیئرمین! جب ہمارے وزیر اعظم صاحب گئے تو ہم نے تو کچھ نہیں مانگا' ان کے جانے سے پہلے امریکہ کی کانگریس نے خود فیصلہ کیا۔ بارک اوباما سینیٹر نے یہ قرار داد سینیٹ میں پیش کی کہ پاکستان کو اقتصادی ضرورتوں کے لیے پہلے سال کے لیے ڈیڑھ ارب ڈالر اور پانچ سال میں ساڑھے سات ارب ڈالر دیں گے۔ ہمیں امریکہ سے بم اور اسلحہ نہیں چاہیے ہم امن پر یقین کرتے ہیں۔ ہم امریکہ سے کہتے ہیں کہ ہمیں اگر آپ مدد دیتے ہیں تو اقتصادی مدد دے دیں۔ اگر چاہتے ہیں تو اپنے دروازے ہماری export کے لیے کھول دو تمام sanctions بند کرو ، ختم کرو ہمیں اسلحہ نہیں چاہیے ہم گولی اور بندوق سے تنگ آ چکے ہیں' ہم اٹیم بم کو چھپاتے پھرتے ہیں۔ اس کی حفاظت کے لیے ہم روز بیان دیتے ہیں کہ ہم اس کی حفاظت کر سکتے ہیں ۔ اس پر ۳۶ ارب ڈالر خرچ کیے ہیں اور اتنے ہی ہمارے ملکی قرضے ہیں ۔ جناب چیئرمین ! میں نے جیسے پہلے کہا ہمیں تو اب تقریباً ۲ ارب ڈالر سالانہ اقتصادی امداد کے لیے ملیں گے لیکن وہ 11.8 ارب ڈالر جو جنرل صاحب کو سروسز کے بدلے دیئے گئے تھے وہ پیسہ کہاں گیا' وہ رقم کہاں گئی' وہ رقم جو

فوج کو دی گئی یہ ہمیں جواب دیں کہ خود جنرل صاحب نے اسے اپنے کسی account میں رکھا ہے شوکت عزیز کے وساطت سے، تو ہمیں جواب دیں۔

اب آئیے ISI کی طرف، بڑی بات کی جاتی ہے ۔جناب! ISI کے سابقہ head یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔جناب! ISI کو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ISI وزیر اعظم کے تحت ہو یا وزیر داخلہ کے تحت ، اصل طریقہ یہ ہے کہ ISI ایک disciplined ایک obedient organization کے طور پر کام کرے اور وہ پارلیمنٹ کو جوابدہ ہو۔ اس کے account کا audit ہونا چاہیے۔ اس کی رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش کی جائے۔میں اپنی حکومت کو تجویز کرتا ہوں کہ ISI کے معاملے میں پارلیمنٹ کی ایک committee بنائیں۔ISI نے جو کچھ آج تک کیا ہے ، چاہے یہ اچھے کام کئے یا برے کام کئے ہیں، انہوں نے افغانستان کے صوبے پر حملہ کیا، جلال آباد پر حملہ بھی کیا۔ آج یہ کہتے ہیں چیچن اور ازبک یہاں آ گئے ہیں۔ جناب والا! ان لوگوں کو کس نے ویزے اور پاسپورٹ دیے۔ Training کے کتنے camps پاکستان میں تھے۔ جناب چیئرمین! یہ حقیقت ہے کہ ہم نے بہت فخر سے کہا کہ ہم نے USSR کو ختم کیا۔ جناب والا! ہم نے تو دنیا میں ایک balance ختم کر دیا۔ اگر آج USSR ہوتا تو عراق پر امریکہ حملہ نہ کرتا۔ فلسطین کے ساتھ زیادتی نہ ہوتی۔ افغانستان میں امریکہ قدم نہ رکھ سکتا لیکن ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے USSR کو ختم کیا۔ یہ ISI کا کارنامہ ہے۔ اگر یہ ISI کا کارنامہ ہے تو یہ مسلمان دشمنی کا اظہار ہے کہ جس نے مسلمانوں کو بے بس کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین! آج یہ کہتے ہیں کہ افغانستان کے صدر نے دھمکی دی ہے۔ میں نہایت واضح الفاظ میں اس بات کی تردید کرتا ہوں کہ افغانستان کے منتخب صدر نے کبھی بھی پاکستان کو دھمکی نہیں دی ہے البتہ یہ کہا ہے کہ ان کے پاس اس بات کے ثبوت ہیں یا ان کا شک ہے کہ ہندوستان کے سفارت خانے پر حملے میں پاکستان کی کچھ ایجنسیاں ملوث ہیں۔ یہ پاکستان کو دھمکی دینے والی بات نہیں۔ پھر یہ منتخب حکومت کے وزیر اعظم کا کمال ہے کہ وہی صدر کولمبو میں انہیں ناشتے کی دعوت دیتا ہے۔حامد کرزئی صاحب، جناب گیلانی صاحب کو دعوت دیتے ہیں اور میں آج بھی یہ کہتا ہوں کہ حامد کرزئی صاحب افغانستان کے منتخب صدر ہیں۔ ہمارے صدر تو منتخب ہی نہیں ہیں۔ پتا نہیں کہ آخر میں، جاتی ہوئی ایک اسمبلی نے جس میں وہ اکثریت میں

تھے' انہیں ووٹ دیا۔

سینیٹر سید محمد حسین: جناب والا! حامد کرزئی صاحب کا یہاں بے جا دفاع نہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جب ایک ممبر بول رہے ہیں تو ان کی تقریر میں مداخلت نہ کی جائے۔ محمد حسین صاحب انہیں تقریر کرنے دیں۔ آپ اپنی تقریر میں یہ بات کہہ سکتے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! یہ حقیقت ہے کہ وہ منتخب صدر ہے۔ کیا آج تک حامد کرزئی کے خلاف افغانستان میں کوئی جلوس نکلا؟ حامد کرزئی کے خلاف کسی نے کہا کہ ہم اس کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں؟ ہمارے نام نہاد صدر کو جن لوگوں نے ووٹ دیے، جس جماعت نے ووٹ دیے، وہ الیکشن میں بہہ گئی، ختم ہو گئی' اس کا نام و نشان ہی نہیں رہا۔ جناب چیئرمین! اسی طرح ہندوستان کے وزیر اعظم کا ہمارے وزیر اعظم سے گلہ ہے اور ملاقات کے بعد یہ تمام گلے ختم ہو گئے۔ کشمیر کی Line of Control کی بات کی گئی اور یہ فیصلہ ہوا کہ کشمیر کی Line of Control پر ہر ہفتے کے بعد ایک بس چلے گی اور پھر کاروبار کے لیے ٹرک بھی چلیں گے۔

جناب چیئرمین! یہ واحد حکومت ہے اور بڑی مدت کے بعد ایک صحیح، حقیقی منتخب حکومت برسر اقتدار آئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس منتخب حکومت سے کچھ غلطیاں بھی ہوئی ہوں لیکن بدقسمتی سے اس وقت بھی اس ملک کے ایوان صدر میں ایک غیر منتخب شخص بیٹھا ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ کتنے شرم کا مقام ہے کہ وہ کوئٹہ جاتے ہیں تو وہاں کا وزیر اعلیٰ ان کا استقبال ہی نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ ان کو گاڑی نہیں دیتے۔ جناب چیئرمین! ہماری اس حکومت کو ساری دنیا نے ایک منتخب حکومت کے طور پر تسلیم کیا ہے اور انشاء اللہ اس منتخب حکومت کو internal بھی----

(مداخلت)

سینیٹر حاجی محمد عدیل: مشرف کا جو یار ہے' وہ جہاں بھی ہے' غدار ہے۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جناب وسیم سجاد۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جناب والا! انہوں نے بہت اچھی باتیں کی ہیں۔ کیا ہمیں بھی آپ کچھ وقت دے دیں گے؟

جناب چیئرمین: وسیم سجاد صاحب کے بعد آپ کو وقت دوں گا۔

سینیٹر آغا پری گل: جناب چیئرمین صاحب! آپ ایک منٹ میری بات سنیں۔ یہ ہمارے colleague ہیں، یہ کہتے ہیں کہ صدر صاحب elected صدر نہیں ہیں۔ میں حیران ہوں کہ جب ہمیں MPAs نے ووٹ دیے اور سینیٹر بنایا تو اس کا مطلب ہے کہ پھر یہ بھی elected نہیں ہیں---

(مداخلت)

Mr. Chairman: Let us not have cross talk.

پارلیمنٹ نے انہیں منتخب کیا ہے، اس پر تبصرہ نہیں کرنا چاہیے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین Point of Order.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: آپ سب بول لیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کے بعد میں آپ کو تقریر کے لیے بلاؤں گا۔ وسیم سجاد صاحب کے بعد آپ کو بلاتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: مندوخیل صاحب! آپ کا point of order کیا ہے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! جب ایک ممبر تقریر کر رہا ہو تو دوسرا اسے disturb نہ کرے۔

جناب چیئرمین: مہربانی، میں بھی یہی عرض کر رہا ہوں۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: We should respond in our speeches.

بالکل صحیح ہے۔ جناب وسیم سجاد صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد : جناب چیئرمین ! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : حاجی صاحب ! تشریف رکھیئے ' floor وسیم سجاد صاحب کے پاس ہے۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایک نہایت اہم اور حساس مضمون پر بولنے کا موقع دیا ہے تاکہ میں اپنے خیالات کااظہار کرسکوں۔ جناب والا! کل قائد حزب اختلاف جناب کامل علی آغا صاحب نے ایک تفصیلی بیان اس ایوان میں دیا تھا اور ان تمام خطرات کا احاطہ کیا تھا جو اس وقت ملک کو درپیش ہیں اور اس تناظر میں انہوں نے یہ بات کی تھی کہ ISI کا role کیا ہے اور کس طرح سے اس ادارے کو جو وزیر اعظم کے براہ راست under ہے' اس کو Interior Ministry کے ساتھ منسلک کرنے سے ملک کو کس قسم کے خطرات درپیش ہو سکتے ہیں اور ویسے بھی ISI کو کمزور کرنے کے ساتھ پاکستان کو کون سے خطرات درپیش ہو سکتے ہیں،جس کے جواب میں جناب قائد ایوان جناب رضا ربانی صاحب نے ایک بڑی اچھی تقریر کی اور اپنے طریقہ کار کے مطابق بڑی پرجوش تقریر کی لیکن ان کا ابتدا ہی سے موقف یہ تھا کہ جی ' آپ ہمیں patriotic نہیں سمجھتے۔ آپ ہمیں lable کر رہے ہیں کہ ہم پاکستان کے محب وطن نہیں ہیں۔ میری دانست میں جناب والا! اس سارے مفہوم کی سمجھ ہی نہیں۔ نہ کامل علی آغا صاحب نے یہ بات کی تھی اور نہ ہم میں سے کوئی بات کرتا ہے کہ پیپلز پارٹی یا ان کے leaders محب وطن نہیں ہیں اور نہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم یہ کہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمام لوگ جو پاکستان کے اس جمہوری process سے کسی بھی نظریے سے involved ہیں' جو ووٹ لے کر آتے ہیں' جو سیاست میں ہیں' وہ تمام لوگ محب وطن ہیں اور کس حد تک ہیں' کیا ہیں' اس کا ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا ہے کہ ہم کسی پر اپنی رائے زنی کریں۔ یہاں پر سوال کسی کے محب وطن ہونے کا نہیں تھا اور رضا ربانی

صاحب نے جو بات کی' وہ ایسے ہے کہ جس طرح کسی نے کہا تھا کہ "جس کا سارے افسانے میں ذکر ہی نہیں تھا' وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری"۔ سوال یہاں پر محب وطنی کا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ حکومت کو پاکستان کے خلاف اس وقت جو سازشیں ہو رہی ہیں اور جن خطرات میں پاکستان گھرا ہوا ہے' کیا اس کا ادراک ہے اور اگر ادراک ہے تو کیا ان کے پاس اس کے لیے کوئی حل ہے یا نہیں ہے۔ اس ضمن میں قائد حزب اختلاف نے بڑی تفصیلی بات کی تھی لیکن اس ساری debate کو اس طرح سمجھا گیا کہ جیسے ان پر حملہ کیا جا رہا ہے کہ نہیں، ہم محب وطن نہیں ہیں اور ان پر پاکستان کی محبت کے بارے میں کوئی شک ہے جس کا اس بارے میں بالکل کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا ہے اور نہ کیا جا سکتا ہے۔

جناب والا! انہوں نے پھر یہ بھی کہا کہ ہم نے ISI کو اس لیے Interior Ministry کے ساتھ لگا دیا ہے کیونکہ اس کی ramifications پاکستان کے اندر ہوتی ہیں۔ یہ ان کی دلیل تھی۔ ہم اسے ایک وقت کے لیے مان لیتے ہیں کہ یہ بات ہے۔ جناب والا! جتنے بھی بیرونی خطرات ہوتے ہیں' ان کا اثر پاکستان میں ہوتا ہے یعنی پاکستان کی سیکورٹی' پاکستان کی اندرونی سیکورٹی اور external security کا بھی مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے اندر' ہم ایک sovereign ملک کی طرح اپنی economy کو' اپنے لوگوں کو' اپنے معاملات کو ایک independent sovereign state کی طرح چلائیں۔ اگر کوئی بھی external factor ہے' اس کا اثر پاکستان کے اندر آئے گا اور اگر یہ دلیل مان لی جائے تو پھر RAW کو Home Ministry کے ساتھ ہونا چاہیے اور M.I کو انگلستان کی Home Ministry کے ساتھ ہونا چاہیئے اور پھر پاکستان کی foreign policy کا کیا مقصد ہوتا ہے۔ پاکستان کی فارن پالیسی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پاکستان کے اندرونی جو حالات ہیں' سیکورٹی کے حوالے سے' prosperity کے لحاظ سے' economic لحاظ سے ان کو further promote کیا جائے اور اگر یہ دلیل مان لی جائے کہ اس کی ramification پاکستان کے اندر ہے تو پھر foreign affairs کو بھی Interior کے ساتھ ہونا چاہیے اور اگر یہ دلیل اور مان لی جائے تو پھر پاکستان کی trade کس لیے ہم کرتے ہیں؟ Commerce Ministry کس لیے ہوتی ہے؟ اس لیے ہوتی ہے کہ پاکستان کی trade کو بڑھایا جائے تاکہ پاکستان کی اندرونی حالت بہتر ہو۔ Finance

منگوائی investment کس لیے ہوتی ہے؟ باہر سے trade کی جاتی ہے' باہر سے Ministry جاتی ہے۔ یہ ساری چیزیں ملک سے باہر ہوتی ہیں لیکن اس کا مقصد ملک کو مضبوط کرنا ہوتا ہے اور اگر یہ دلیل مان لی جائے تو پھر Finance Ministry بھی Interior کے نیچے ہونی چاہیے ۔ میرے خیال میں اگر اس دلیل کو مانا جائے تو پاکستان کی تمام وزارتیں Interior کے نیچے ہونی چاہییں ۔

جناب والا! اسی دلیل کے جواب میں' میں یہ عرض کروں گا کہ سمجھنے کا ادراک نہیں ہے کہ ہر منسٹری کا کیا کام ہوتا ہے' کیا مقصد ہوتا ہے اور مسائل کا حل کیا ہے۔ کل رضا ربانی صاحب نے جناب اشرف قاضی صاحب کا ایک نوٹ پڑھا' جس میں انہوں نے کہا تھا کہ آئی ایس آئی کی Internal معاملات میں interference نہیں ہوتی ۔ گو نوٹ انہوں نے پڑھا اور ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ وہ اس لیے Interior کے نیچے لا رہے ہیں' کیونکہ اس ramification کا رول ہی نہیں ہے ۔ جب وہ اس کو مانتے ہیں اور جاوید اشرف قاضی کے موقف کو مانتے ہیں تو پھر Interior Ministry کے ساتھ لانے کا کیا جواز نکلتا ہے۔ جناب والا معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی سمجھ نہیں ہے کہ intelligence agency ' جس طرح کہ Inter Services Intelligence ہے ' اس کا رول کیا ہوتا ہے؟ اگر وہ اس کا role یہی سمجھتے ہیں کہ خالی ایک political role ہے یا اگر وہ بیٹھ کر کوئی کام کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے انہیں اس کا ادراک نہیں ہے ۔ دنیا کی جو مشہور اور قابل احترام intelligence agencies سمجھی جاتی ہیں' آئی ایس آئی ان میں سے ایک agency ہے اور اگر آپ دیکھیں تو افغانستان میں جو اتنی بڑی سپر پاور کے ساتھ لڑائی لڑی گئی ہے ' اس میں آئی ایس آئی کے کردار کو تمام دنیا کے لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ پاکستان میں پچھلے ساٹھ سال کے دوران تین چار جنگیں لڑی گئی ہیں' یعنی باقاعدہ wars ہوئی ہیں لیکن جو peace times میں ایک war ' جس میں پاکستان کی سیکورٹی کے لیے کام کیا جاتا ہے اور ہمہ وقت کیا جاتا ہے' اس میں intelligence agencies کا role ہوتا ہے اور یہ role خود پاکستان کے اندر نہیں ہوتا' یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہوتی ہیں' جنہیں جمع کر کے دیکھا جاتا ہے کہ پاکستان کو کیا خطرات ہیں ۔ اگر ہندوستان کی ایک nuclear technology deal ہو رہی ہے تو بظاہر تو صرف ہندوستان کی deal ہے' لیکن

اس کی ramification اس کی implication پاکستان کی security پر بھی ہوتی ہے -
دیکھنا ہوتا ہے کہ اس میں کون کون ملوث ہے، اس کے پاکستان پر کیا اثرات ہوں گے اور کس
طرح ان سے نبٹنا ہے۔ اسی طرح اگر ہندوستان کا ہتھیاروں کے لیے کوئی معاہدہ ہوتا ہے تو اس
میں دیکھنا پڑتا ہے کہ یہ کس لیے کیا جا رہا ہے، کون کر رہا ہے اور آخر اس کا ہدف کیا ہے؟
intelligence agencies, human intelligence اور لوگ بکھرے ہوتے ہیں، چھوٹی
چھوٹی چیزیں جمع کر کے کہ telephone intercept ہوتا ہے e-mail intercept ہوتی
ہے، کسی شخص کی کوئی بات مل جاتی ہے، اس کا analysis کیا جاتا ہے کہ پاکستان کی
security پر اس کے کیا اثرات ہیں۔ improvement کیوں ہو رہی ہے، کتنی ہے، کس
تعداد میں ہو رہی ہے، کون سے ہتھیار آ رہے ہیں، اس کا کیسے مقابلہ کرنا ہے۔ پاکستان میں ہر
روز جنگ نہیں ہوتی، لیکن یہ جنگ ہمہ وقت، ہر وقت جاری رہتی ہے اور اگر intelligence
agency صحیح کام کرتی ہے تو پھر پاکستان کے عوام آرام کی نیند سو سکتے ہیں۔

پاکستان کے اندرونی معاملات میں، آپ نے دیکھا کہ پچھلے چند سالوں سے بہت سے
ایسے واقعات ہو رہے ہیں جو پاکستان کے لیے خطرات پیش کر رہے ہیں۔ آج بھی ہو رہے ہیں۔
یہاں پر sectarian معاملات بھی ہیں، یہاں پر foreign powers یہاں پر destabilize
کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ یہ intelligence agencies کا کام ہے کہ وہ دیکھے کہ یہ کیوں
ہو رہا ہے، کیوں کر رہے ہیں اور اس کا مقابلہ کیسے کرنا ہے۔ جناب والا! اگر intelligence
agencies صحیح کام کریں اور یہ کہنا درست ہو گا کہ شاید انہوں نے صحیح کام نہیں کیا، کیونکہ
پاکستان کے اندرونی معاملات میں یہ جو واقعات ہو رہے ہیں، ان کو تب ہی روکا جا سکتا ہے، جب
intelligence agencies صحیح طور پر کام کریں۔ کل جب انہوں نے جاوید اشرف قاضی
صاحب کا یہ بیان پڑھا کہ political role nill ہوتا ہے تو پھر ایک inter services
intelligence کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں تینوں services involved ہیں - اس میں
نیوی کی intelligence، ان کے لیے کیا کام کرنا ہے، Air Force، انہوں نے کیا کرنا ہے،
کیا خطرات ہیں اور پھر آرمی، پھر ان کو coordinate کیا جاتا ہے۔ ان کی اپنی بھی
services ہوتی ہیں۔ ان سب کو coordinate کیا جاتا ہے، حکومت کو پیش کیے جاتے ہیں

options لیے جاتے ہیں' اطلاعات دی جاتی ہیں تاکہ اس کی بنیاد پر اس کو کیا جائے ۔
Interior کا کام پاکستان کے اندر ہوتا ہے inter services کا Interior کے ساتھ کوئی link
نہیں بنتا ۔ جناب والا! نہ میں 'نہ میرے یہ دوست' کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ

Inter Services Intelligence should not be under civilian control, it is under civilian control, it is under the Prime Minister and it should remain under civilian control. The Prime Minister has the powers, none of us will ever say that the intelligence agencies should not be under the control of civilian. No they should be under control of the civilian, they should be under the control of the Prime Minister and to make it manifested, I would like to present certain recommendations. Mr Chairman! in my opinion, my humble submission just as you have a Defence Committee in the Cabinet, you need to create an Intelligence Committee of the Cabinet. Now we have the National Security Advisor also, what is the role of the National Security Advisor, I propose that you should be made the Secretary of that Intelligence Committee and let that intelligence committee in the Cabinet coordinate the processes, the information which is given by the different intelligence agencies in the country, you have the military intelligence, you have the ISI, you have the other intelligence agencies, raw intelligence given to any head of state, any head of government, any government functionary is dangerous. Intelligence has to be properly analysed, coordinated and presented in a manner on the basis of which the proper action can be taken. A super power like the United States, their intelligence failed to detect the 9/11 incident, their intelligence failed when India exploded the nuclear device,

their intelligence failed in Iraq, their intelligence failed to detect all sorts of clear violence regarding nuclear material in Nigeria. It was a failure and now after 9/11 they constituted commissions, they followed various recommendations and on the basis of those recommendations as UNICEF, a new department of Homeland Security has been created. So we should learn a lesson from all this and we need to coordinate the activities of the intelligence agencies, bring it under proper civilian control but the answer is not to bring it under the interior ministry because that will destroy the intelligence agency. I will further agree with my friend Haji Adeel Sahib, that we need to have an intelligence committee in the Parliament also, as just you have a Senate Committee on Intelligence in the United States though it is the urgent requirement that there should be an intelligence committee of the Senate to which information can be given, of course the proper information whatever needs to be given should be given so that the intelligence agencies also know that yes we have a master and the master is the Parliament and the Prime Minister, but Sir where should we show great respect ? The answer is not to destroy the agency by bringing that under the control of the Secretary Interior or the Advisor on Interior because in this way you are stopping the energy, the strength of the most important intelligence agency which has the duty to protect the security, integrity and the interest of Pakistan. Thank you very much.

سینیٹر طارق عظیم خان: جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ آج ٹیلی ویژن پر

ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ....

سینیٹر حاجی محمد عدیل: ان کا مائیک نہیں کھلا۔

جناب چیئرمین: طارق عظیم صاحب ۔

سینیٹر طارق عظیم خان: جناب ایک پروگرام چل رہا تھا' یہ سپیشل پروگرام تھا جو talks ہو رہی ہیں میاں نواز شریف صاحب اور جناب آصف زرداری صاحب کے درمیان' اس پروگرام کے بارے میں بات چیت ہو رہی تھی تو اس میں ایک شریک گفتگو جناب انصار عباسی صاحب نے کہا کہ یہ حکومت چار ماہ کے عرصے میں نہایت ہی نااہل ثابت ہوئی ہے اور اب تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس حکومت سے بہتر تو جنرل مشرف تھے۔ اسی فقرے کو جناب حامد میر صاحب نے دھرایا اور کہا کہ عجیب بات ہے کہ یہ بات انصار عباسی جیسا ایک seasoned journalist کہہ رہا ہے۔ جب یہ دوبارہ دہرایا گیا کہ اب عوام کہتے ہیں کہ یہ حکومت تو جنرل مشرف سے بھی بدتر ثابت ہوئی ہے تو immediately پروگرام کو off air کر دیا گیا----

(آوازیں شیم۔ شیم)

سینیٹر طارق عظیم خان: یہ بڑی حیران کن بات ہے کہ یہ حکومت جو علمبردار بنتی تھی اور اس وقت کہا جاتا تھا کہ ہم صحافت اور آزادی اظہار کے علمبردار ہیں' یہ حالت ہے کہ ایک sentence کہنے پر کہ "ایک حکومت اتنی نااہل ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ جنرل مشرف کی حکومت اس سے بہتر تھی" یہ sentence کہنے پر اس پروگرام کو off air کر دیا گیا اور جب دوبارہ on air آیا تو حامد میر صاحب نے کہا کہ بڑی عجیب بات ہے کہ ہم نے یہ بات کی اور ہمیں immediately off air کر دیا گیا۔ ہم اس چیز کو condemn کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ایسا step دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔

جناب چیئرمین: طارق صاحب' آپ کو میں speech کے لیے بلا رہا تھا' آپ speech کر لیں۔

(مداخلت)

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! point of order کا ایک طریقہ کار ہے۔

جناب چیئرمین: یہ point of order نہیں ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! اس کا جواب کون دے گا، ہمیں تو نوٹس نہیں تھا، اس کا جواب کون دے گا۔

جناب چیئرمین: اپنی تقریر میں دے دیں یا آپ کے جو منسٹر ہیں----

سینیٹر کامران مرتضیٰ: اب انہوں نے جو کچھ کہنا تھا، وہ کہہ دیا۔

جناب چیئرمین: جی نائیک صاحب۔

سینیٹر فاروق حامد نائیک (وفاقی وزیر قانون): جناب! یہ جو allegation طارق عظیم صاحب نے لگایا ہے، یہ خود Minister for Information رہے ہیں، مجھے لگتا ہے کہ خود بھی یہ ہی کچھ کرتے رہے ہیں تو اسی لیے انہوں نے ہم پر یہ allegation لگایا ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر فاروق حامد نائیک: انہوں نے تمام باتیں تین دفعہ سنیں جو انصار عباسی صاحب نے فرمائیں۔ وہ ان کے اپنے خیالات ہیں، یہ ضروری نہیں کہ ان کے خیالات میں سچائی ہو اور جہاں تک off air ہونے کا تعلق ہے، انہوں نے خود فرمایا ہے کہ فوراً TV programme on air ہو گیا، اگر ان کو off air کرنا ہوتا تو وہ مسلسل off air رہتا، جب تک "Capital Talk" کا وقت ختم نہ ہو جاتا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ there must be some technical fault یہ بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ فوراً آ گئے کیونکہ ہماری حکومت کوئی ایسا کام نہیں کر رہی جو پچھلی حکومت کرتی رہی ہے، Press advices دیتی رہی ہے، پریس کو دباتی رہی ہے۔ پریس بالکل independent ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر فاروق حامد نائیک: میں آپ سے عرض کروں کہ پریس والے ایسی خبریں چھاپ رہے ہیں، ہم اس پر بالکل اعتراض نہیں کرتے۔ میں آج کی ایک خبر کی بات کرتا ہوں۔ میرے نام سے بہت سے اردو اخبارات میں یہ خبر شائع کی گئی ہے کہ میں نے یہ بات کی ہے کہ Judges President سے oath لیں گے۔ کوئی بھی طالب علم جو Constitution کو

تھوڑا سا بھی جانتا ہو اور آپ کو معلوم ہے کہ میں بیس سال سے زیادہ عرصے سے وکالت کر رہا ہوں، Judges, Chief Justice of the concerned province سے oath لیتے ہیں، Article 194 بہت clear ہے۔ جو بھی شخص، جس کی High Court کی تھوڑی سی بھی practice ہے، اس کو معلوم ہے کہ جب نیا judge appoint ہوتا ہے تو کون oath لیتا ہے۔ میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ

systematically, certain people in the press, certain people in the Opposition and certain people elsewhere, they want to sabotage the reconciliatory process which has been started by the Peoples Party and the coalition government and we take strong exception to it

اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہماری جو coalition government ہے، اس کی پوری کوشش ہے اور میں نے یہ بات بے شمار مرتبہ کہی ہے کہ we are totally sincere as far as the restoration and the re-appointment of the judges is concerned.

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر فاروق حامد نائیک: ہم سیاست نہیں کرنا چاہتے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ آئین، قانون کا بول بالا ہو، rule of law ہو، supremacy of Parliament ہو کیونکہ ہماری حکومت نے آتے ہی PEMRA Ordinance کو ختم کرنے کے لیے National Assembly میں Bill پیش کیا اور پیمرا آرڈیننس جو کہ ایک draconian law تھا، اس وقت جو لوگ اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی حکومت میں یہ ہوا تھا۔ پریس کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئیں، ان کی حکومت کے دور میں ہوئیں تو یہ ان چیزوں کو یاد رکھیں، یہ ہماری حکومت پر بے بنیاد allegations لگا رہے ہیں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Mr. Tariq Azim Khan.

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: فاروق نائیک صاحب بہت بڑے وکیل ہیں، بڑے اچھے وکیل ہیں، ممبر پاکستان بار کونسل ہیں----

(مداخلت)

جناب چیئرمین: نہیں ہوں گے، طارق عظیم خان بولیں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: اب ہم جو judges restore کرنا چاہ رہے ہیں، ان میں ایک Chief Justice بھی ہیں، ان کا oath صدر صاحب ہی لیتے ہیں۔ اب جب یہ کہہ رہے تھے ---

(مداخلت)

Mr. Chairman: He is telling a technical point.

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: صدر صاحب کے متعلق کہہ رہے تھے تو چیف جسٹس صاحب کو صدر صاحب سے ہی oath لینا پڑے گا، چیف جسٹس کا oath صدر ہی لیتا ہے۔

جناب چیئرمین: بالکل صحیح ہے۔ Mr. Tariq Azim Khan has the floor.

سینیٹر طارق عظیم خان: شکریہ چیئرمین صاحب۔ ابھی میرے بھائی، وزیر قانون نے جو بات کی ہے، مجھے خوشی ہے کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس کو investigate کریں گے اور اگر investigate کر کے اس کو correct بھی کر دیں، خود حامد میر صاحب نے کہا کہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ ہمیں اس طریقے سے off the air کیا گیا اور میں House کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس سے پہلے غالباً فروری کے مہینے میں بھی "Capital Talk" اور "میرے مطابق" دونوں پروگراموں کو off air کر دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ہم نے دبئی حکومت کے پرزور اصرار پر یہ کیا ہے تو یہ پہلی دفعہ نہیں ہوا، یہ لوگ اس سے پہلے بھی کر چکے ہیں۔

جناب چیئرمین صاحب! continuing from where I left talk.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Floor ان کے پاس ہے، رہنے دیں۔ Mr. Tariq Azim has the floor, let him speak.

سینیٹر طارق عظیم خان: جناب چیئرمین صاحب! ہماری کل جو discussion چل رہی تھی اور بالخصوص external threats and with special reference to visit of the

Prime Minister to United States. چیئرمین صاحب! PM بھی جانے سے پہلے ایسے بیانات اور انتظامات کر کے گئے تھے کہ پہلے ہی PM نے اس چیز کا اہتمام کر لیا تھا کہ دورہ unmitigated disaster ثابت ہو۔ مثلاً جانے سے پہلے Prime Minister Sahib کہہ گئے کہ جناب اگلا 9/11 کا جو attack ہو گا' وہ ہماری سرزمین سے یعنی کہ border area سے ہو گا یعنی پہلا attack جو ہوا تھا' وہ بھی یہیں سے ہوا تھا حالانکہ ساری دنیا کو پتا ہے کہ جو لوگ اس attack میں involve تھے' ان میں سے ایک آدمی بھی پاکستان کی شہریت نہیں رکھتا تھا لیکن یہاں سے جانے سے پہلے یہ بیان دے دیا گیا۔

دوسری بات آپ نوٹ کیجیے کہ ہمارے ہاں ایک روایت رہی ہے کہ جو بھی Prime Minister بنتا ہے وہ سب سے پہلے خانہ کعبہ جاتا ہے' عمرے کے لیے جاتے ہیں' آپ بھی جب Caretaker Prime Minister تھے' آپ بھی تشریف لے گئے تھے' اس سے پہلے سب Prime Ministers سب سے پہلے وہاں جا کر اپنے اور ملک کے لیے دعا کرتے ہیں' چین کا دورہ ہوتا ہے لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس دفعہ ساری روایات کو پس پشت ڈال کر وہ سب سے پہلے امریکہ چلے گئے۔ جانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی' پہلے ملک کے حالات ٹھیک کریں۔ یہاں پر جو حالات ہیں' عوام رو رہے ہیں' کمر توڑ مہنگائی ہے اور دوسرے جو حالات ہیں' ہم سب کے سامنے ہیں۔ ان چیزوں کو درگزر کر کے یہ سب سے پہلے امریکہ چلے گئے۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ ان کو کس نے advise کیا تھا کہ وہاں چلیں' یہ کس نے سازش کی تھی؟ میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ Prime Minister کے visit کے خلاف سازش تھی بلکہ یہ پاکستان کے خلاف بھی سازش تھی۔ یہ پہلے پتا کیا جائے کہ جانے سے پہلے جو بیانات دیے گئے مثلاً جانے سے پہلے جو ISI کے notification کا تذکرہ ہو رہا ہے' بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ اس پر بارہا پینترہ بدل رہے ہیں' روز ایک نئی statement آ رہی ہے۔ اس دن کچھ منٹ پہلے' جب یہ statement آئی ہے تو جناب! ایک نجی ٹیلی وژن والوں نے رحمٰن ملک صاحب کو لندن فون کر کے پوچھا کہ کیا یہ ہونے جا رہا ہے؟ ان کو جواب دیا گیا کہ اگر آپ نے پتا کرنا ہے تو Secretary Interior سے بات کر لیں' وہ آپ کو بتا دیں گے۔ نجی ٹیلی وژن والوں نے Secretary Interior سے پوچھا' انہوں نے کہا ٹھیک ہے' Establishment

والے تھوڑی دیر میں اس کو issue کر رہے ہیں لیکن جب یہ ہو گیا اور سارا معاملہ الٹ ہو گیا تو دوسرے دن رحمٰن ملک صاحب نے بھی کہہ دیا کہ مجھے تو اس چیز کا علم ہی نہیں تھا۔ یہی حال انہوں نے بعد میں کیا جو رات تین بجے PID کی طرف سے statement issue کی گئی' اسی کو کل رضا ربانی صاحب Leader of the House نے دہرایا۔ آج ٹیلی وژن پر آ کر ایک senior صحافی نے کہا کہ میری رضا ربانی صاحب سے خود بات ہوئی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے' کوئی نیا notification نہیں آ رہا' جو پرانا notification ہے' وہی stand کرتا ہے۔ کل House کو ایک چیز بتائی گئی' اس کے بالکل برعکس آج وہ معاملہ کیا گیا۔

اس کے علاوہ آپ دیکھیں کہ جانے سے پہلے US-India کی جو nuclear deal ہو رہی تھی' اس کے بارے میں پاکستان کو بے حد تشویش تھی' ہم نے اس بات کا برملا اظہار کیا۔ خود حکومت میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا کہ پاکستان کو equal treatment ملنا چاہیے۔ جو ترجیح انڈیا کو دی جا رہی ہے' وہی پاکستان کے لیے بھی ہونی چاہیے لیکن اس وقت USA کو خوش کرنے کے لیے ہماری جو اس deal کی مخالفت تھی' اس کو ختم کر دیا' اس پر اپنی اپوزیشن کو ختم کر دیا' صرف اس لیے کہ ہم انڈیا اور USA کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ میں ذکر نہیں کروں گا اس وقت جو حالات چل رہے ہیں' خاص طور پر جانے سے پہلے جو Trade Policy announce کی گئی' میں جناب چیئرمین صاحب! جاننا چاہوں گا' یہاں پر ہمارے وزراء بیٹھے ہوئے ہیں' کیا یہ سچ ہے جو اخبارات میں لکھا جا رہا ہے کہ تھرپارکر کے جو coal کے ذخائر ہیں' جو دنیا میں سب سے بڑے ذخائر ہیں' ہمارے ایک senior bureaucrat نے ممبئی کا دورہ کیا اور امبانی فیملی کو offer کی گئی ہے کہ وہ تھرپارکر coal کو لے لیں۔ اس کے علاوہ Steel Mills کے سلسلے میں دبئی میں "Mittles" کے ساتھ میٹنگ ہوئی ہے' آپ بتائیے کہ اس میں کوئی حقیقت ہے یا یہ بھی صرف اخبارات کی invention ہے۔

میں یہ بھی پتا کرنا چاہوں گا جو ابھی بات کی گئی کہ وہاں پر ہم نے trade and aid کی بات کی ہے' انہوں نے کہا کہ ہم وہاں سے اور کچھ نہیں چاہتے' ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے حالات کے لیے وہ اگر ہمیں کچھ دے سکیں تو وہ ہمیں trade کے طور پر دیا جائے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ جانے سے پہلے امریکہ نے ہمیں جو تحفہ دیا' وہ تحفہ اس دن حملے کا تھا۔ Prime Minister Sahib کے visit سے پہلے South Waziristan پر حملہ ہوتا ہے اور افسوس کی بات ہے ہمارے پرائم منسٹر صاحب یا ان کے وفد کے کسی رکن کو اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ either during the meeting or after the meeting اس کو condemn کر سکے۔ یہاں پر کل Leader of the House نے کہا کہ ہم نے بعد میں وہیں اسی سرزمین پر بیٹھ کر کہا۔ جناب! یہ تو to be wise after the event ہے اور سانپ کے گزر جانے کے بعد لکیر کو پیٹنے کے مترادف ہے' وہاں پر بات نہیں کی گئی' نہ کسی کی ہمت ہوئی کہ صدر Bush کے ساتھ meeting کے بعد صحافیوں کو face کر سکیں۔ اس کے بعد شیری رحمٰن صاحبہ نے کہا' جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ

we will take up the matter with the American authorities, we will take up the matter with authorities. In other words during the meeting of the President Bush, they did not take the matter.

بڑی افسوس ناک بات ہے کہ ملک پر حملہ ہو اور ہم بار بار sovereignty کی بات کریں اور وہاں جا کر کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ صدر Bush کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکیں کہ ہم اس چیز کو condemn کرتے ہیں جو آپ نے صبح کی ہے' ہماری آج کی meeting سے کچھ گھنٹے پہلے اس کے علاوہ aid کی بات کرتے ہیں' ان کو وہاں پر جو aid دی گئی' نہایت افسوس کی بات ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! اگر آپ اس کو calculate کریں تو 25 کروڑ روپے کی خوراک کی مد میں aid دی گئی یعنی آج ہمارا جو خوراک کا بحران ہے' اس میں help کرنے کے لیے 25 کروڑ روپے ماہانہ دیے جا رہے ہیں یعنی 16 کروڑ عوام کو 25 کروڑ روپے دیے جا رہے ہیں جو میرے حساب سے 1 روپیہ 57 پیسے ایک مہینے کے لیے ایک آدمی کے بنتے ہیں۔ یہ کیا ہے جس کے لیے ہم اتنے خوش ہو رہے ہیں کہ ہمارا وہاں کا دورہ اتنا کامیاب رہا ہے۔ چاہیے یہ تھا کہ اس قسم کی aid وہاں پھینک دی جاتی' ان سے کہتے کہ ہمیں یہ peanuts نہیں چاہئیں' یہ اپنے پاس رکھیں' یہ ہمیں نہیں چاہئیں۔ ہم آج اس پر فخر کر رہے ہیں کہ ہمارا دورہ بڑا کامیاب رہا ہے۔

جناب! اس کے علاوہ وہاں پر جتنا بھی لکھا گیا ہے' time بہت short ہے' میں

ساری چیزیں repeat نہیں کرنا چاہ رہا جو وہاں کے American اخبارات' پاکستانی اخبارات کہہ رہے ہیں۔ شاید ہی کوئی پاکستانی اخبار ہو جس میں editorial یا columns نہیں لکھے گئے، almost unanimously یہ کہا جا رہا ہے کہ اس دورے پر جانے کی کوئی وجہ تھی اور نہ ہی اس کو کامیاب کہنے کی کوئی وجہ ہے۔ جناب! یہ بات ٹھیک ہے' یہ کہہ سکتے ہیں' عوام کو بے وقوف بنا سکتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ

they should stop fooling the people of Pakistan. جیسے کہا جاتا ہے کہ you can fool some people all the time and you can fool all the people sometime but you can't fool all the people all the time. So, please for God's sake stop it. شکریہ جی۔

جناب چیئرمین: جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔ میرا خیال ہے کہ ہر دفعہ جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: میں ان کی یادداشت تازہ کرنے کے لیے ---

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ ہر دفعہ جواب دینا مشکل ہو جائے گا کیونکہ وہ winding up میں cover کر لیں گے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: صرف دو' تین باتیں گزارش کروں گا۔ Thank you جی Mr. Chairman.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: یہ ہمارے senior colleague ہیں۔

سینیٹر کامل علی آغا: اگر یہ ایسے کریں گے تو ہم ان کی ہر بات کا جواب دیں گے۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ کاکڑ صاحب! پھر ایک غلط روایت شروع ہو جائے گی' بہتر ہے کہ آپ winding up پر بات کر لیں یا کوئی متعلقہ minister ہو' اگر انہوں نے کوئی point raise کیا ہو۔

سینیٹر کامل علی آغا: ہم House کو smooth چلانے کے لیے تعاون کر رہے ہیں'

اگر یہ اس قسم کی interruption کریں گے---

جناب چیئرمین: آغا صاحب! میرا خیال ہے کہ کاکڑ صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ جو relevant Minister ہو، کوئی specific ان کے محکمے کی بات ہو---

(مداخلت)

جناب چیئرمین: ہر دفعہ جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: میں Chair کی اجازت چاہ رہا ہوں۔

سینیٹر کامل علی آغا: میں بھی Chair کے توسط سے یاد کرا رہا ہوں کہ یہ ذمہ داری ان کی ہے۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں - جناب عبدالرحیم خان مندوخیل، نہیں مندوخیل صاحب بول رہے ہیں، مندوخیل صاحب کو سن لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ آپ مجھے موقع دیں گے۔

جناب چیئرمین: مندوخیل صاحب اگر اجازت دے دیں تو میں نے پیرزادہ صاحب سے عرض کیا تھا۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: یہ مختصر کرلیں پھر میں آپ کو floor دیتا ہوں۔ شکریہ جی۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: مہربانی۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: میں اپنے بھائی کی اس بات کی تردید کرتا ہوں جو انہوں نے فرمایا کہ---

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ ہر بات کو رہنے دیں۔ پیرزادہ صاحب کو بولنے دیں پھر ہر دفعہ جواب دینا مشکل ہو جائے گا، پھر یہاں سے سارا discipline خراب ہو جائے گا۔ جی پیرزادہ صاحب آپ بولیں۔ کیسے؟ میں مندوخیل صاحب کے بعد آپ کو بلالوں گا۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین

صاحب! بہت ہی مہربانی۔ آپ کبھی کبھی ایسا موقع دیتے ہیں کہ پانچ' چھ مہینے میرا گزارہ چل جاتا ہے۔ یہاں سے مجھے تقریر وغیرہ کوئی نہیں کرنے دیتا' میں کیا کروں۔ ایک بات یہ ہے کہ دونوں طرف سے ایک لفظ بولتے ہیں منتخِب' یہ لفظ غلط ہے۔ منتخِب نہیں ہوتا ہے' یہ منتخب ہوتا ہے جو کسی کو چنتا ہے' وہ چننے والا منتخِب ہوتا ہے اور جس کو چنا جاتا ہے' وہ منتخَب ہوتا ہے۔ یہ سب حضرات صحیح کرلیں' مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس Senate شریف میں کوئی مسئلہ حل نہیں ہو رہا ہے' صرف تقریری مقابلہ ہو رہا ہے' میرا خیال ہے کہ یہ کسی primary school یا کسی secondary school میں ہو تو عوام کے لیے زیادہ مفید ہو گا کیونکہ ایک بندہ تقریر کرتا ہے' دوسرا اس کے جواب میں اس کو ڈھا دیتا ہے' تیسرا پتا نہیں کیا کرتا ہے' یہ wrestling ہو رہی ہے' ww والی ہے یا پتا نہیں کون سی ہو رہی ہے' اس سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ ایک بندہ کہتا ہے کہ صدر صاحب 11 ارب dollar کھا گئے' دوسرا بندہ کہتا ہے کہ انہوں نے چھ مہینوں میں 6 ارب dollar کھا لیے' تیسرا بندہ کہتا ہے کہ پچھلے تین مہینوں میں انہوں نے اتنے ارب روپے ادھار لے لیے۔ ہمیں یہ dollar یا روپے کہیں نظر نہیں آ رہے تو ہمیں بھی دکھاؤ ناں کہ کن کی طرف جا رہے ہیں۔ ہمیں تو نظر نہیں آ رہے ہیں۔ کم از کم یہ جو forum ہے' یہ جو stage ہے' یہ جو ایوان بالا ہے' اس ایوان بالا میں یہ بات ثابت ہونی چاہیے کہ جس جس نے کھایا ہے' جس جس نے لیے ہیں' ان کا حساب کیا جائے۔ آپ ایک ایسی ruling دیں اور آپ جناب نرم تھے' ہم اتنے گرم ہو گئے ہیں' آپ نے تو سب کو معاف کر دیا۔ وہ NRO لے آئے تو پتا نہیں کیا لے آئے' پتانہیں بھائی کیا کیا لے آئے' سب کے سب کچھ معاف ہو گئے۔ اب جناب والا! ادھر ادھر الزامات لگ رہے ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ کوئی بہادری والا قدم اٹھا لیں' ایک ایسی ruling دیں کہ جس جس نے قرضے لے کرمعاف کرائے ہیں اور جس جس نے باہر سے امداد لی ہے اور اس کا حساب نہیں دیا ہے اور جس جس نے جتنا فنڈ استعمال کیا ہے' اس سارے کا پہلے حساب دیا جائے۔ خدا وحدہ لاشریک کی قسم پاکستان کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے اور بھی بڑی باتیں تھیں' بس اتنا کافی ہے۔ یہ کام ضرور کریں' تقریری مقابلہ نہ کروائیں' کچھ نہیں ہو گا ورنہ پھر تقریروں پر آ گئے۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ ممبروں پر دارومدار ہے' میں حاضر ہوں' ممبروں پر دارومدار ہے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے آج اس اہم موضوع پر معروضات پیش کرنے کا موقع دیا۔ جناب! اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے سامنے ملک کی security کا مسئلہ ہے اس کے external پہلو سے' اسی طرح internal بھی کل ہو گا تو آج اس کا ایک پہلو ہو گا۔ جناب چیئرمین! اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا واقعات ہوئے ہیں اور آج کیا ہو رہا ہے کہ ہمیں یہ خطرہ درپیش ہے' ہمیں خدشات ہیں۔ اس وقت تمام ملک میں ہر فکر کا شخص ملک کے بارے میں مخدوش ہے' ایک انجانا خوف ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟ جناب! اصل مسئلہ یہ ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتیں United States, European Union حتیٰ کہ بھارت کے ایسے دعوے ہیں ہمارے حوالے سے یعنی ایسے خطرات ہیں جو انہوں نے ہماری leadership کے سامنے پیش کیے ہیں۔

میں اس وقت وزیر اعظم کے دورے کی بات اس حوالے سے تفصیل سے نہیں کروں گا' میرے نقطہ نظر سے وزیر اعظم نے جو دورہ کیا' اپنے حوالے سے کافی کامیاب تھا' بالکل۔ یہ جو دوسری details کی باتیں ہیں' carpet تھا' نہیں تھا' کیا نہیں تھا۔ اصل چیز یہ ہے کہ جو مسائل درپیش تھے' وہ مسائل یہ تھے کہ جناب والا! مسلسل تقریباً ہر ہفتے ان powers کے نمائندے فوجی' سیاسی یا intelligence کے ہمارے ملک میں آتے ہیں اور ہمارے ملک کی leadership سے بات کرتے ہیں کہ آپ کی سرزمین پر یہاں ایسے عناصر ہیں جو افغانستان یا دنیا میں مداخلت کرتے ہیں اور کیمیائی ہتھیار تیار کرنے کا programme بنا رہے ہیں' biological ہتھیار تیار کرنے کا programme بنا رہے ہیں۔ اس طرح دوسری باتیں ہیں' جو ٹھوس باتیں ہیں' جو ہم لوگوں کے اپنے ذاتی معاملات ہوتے ہیں' ہم بڑے سنجیدہ ہو کر ان چیزوں کو تولتے ہیں لیکن جب ہمارے ملک کا مسئلہ آتا ہے تو ہم چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ تو کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ جناب والا! ہر وقت باقاعدہ ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ لوگ ہمارے پاس آتے ہیں۔ مختلف stages کے بعد اب ایک ایسا مقام آ گیا ہے کہ فیصلہ کن بحران کا بہت کم time رہ گیا ہے'

ایسے وقت میں ہمارے ملک کے وزیر اعظم صاحب United States جا رہے تھے وہ وہاں ایسے ہی عیاشی کے لیے نہیں جا رہے تھے، انہوں نے وہاں ان مسائل پر بات کرنی تھی اور ہمارے ملک کے وزیراعظم کے پاس مواد نہیں تھا۔ یہ game اس وقت کھیلی جا رہی ہے کہ عمل بھی ہو رہا ہے اور اس کے بعد انکار بھی ہو رہا ہے۔ 27 یا 28 تاریخ کو جو میزائل attack ہوا اس کے بارے میں ایک مستند بات یہ تھی کہ جو لوگ مارے گئے وہ کیمیائی ہتھیار بنا رہے تھے۔ وہ کیمیائی ہتھیار کس کے لیے بنا رہے تھے؟ افغانستان میں یا یورپ میں استعمال کرنے کے لیے بنا رہے تھے؟ یہ جو باتیں ہوتی ہیں کہ اگر کوئی نیا 9/11 ہو گا تو یہاں سے ہو گا۔ یہاں کیمیائی اور biological اسلحے کے ماہر بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ طے ہے کہ اس کے بارے میں کوئی سنجیدہ کیوں نہ ہو، وہ کیوں نہ اس مسئلے کا notice لیں کہ جو چیز بعد میں ہونے والی ہے اور پھر جس کا مداوا نہیں ہے تو اس سے پہلے وہ اس کا علاج کیوں نہ کریں۔

ہم لوگ ایسا ظاہر کر رہے ہیں کہ جیسے کچھ نہیں ہے، ہم نے باقاعدہ ایک ماحول تیار کیا ہوا ہے کہ یہ سب لوگ جھوٹ بولتے ہیں، غلط کہتے ہیں۔ یہ جو تمام میزائل کے strikes ہوئے ہیں ان میں سے کون سا strike صحیح جگہ پر نہیں لگا۔ وہ کون لوگ تھے جو مارے گئے؟ میں اس وقت پاکستان کے پہلو سے بات نہیں کر رہا ہوں، external بات ہو رہی ہے۔ ہر روز ٹیلیویژن پر آتے ہیں کہ ہم نے نئی تیاری کی ہے اور ہم دنیا میں ایک نیا واقعہ کریں گے، یہ بات روزانہ ٹیلیویژن پر آ رہی ہے اور جب آپ اس کو trace کرتے ہیں تو ہوتے ہوتے یہاں پہنچ جاتے ہیں۔

جناب والا! یہ بڑا سنجیدہ پہلو ہے اور اس میں وقت نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ پاکستان میں پختونخواہ سرزمین پر یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ جنڈولہ میں 30,40 عمائدین، جرگے کے ممبران اور مشیران کو ذبح کیا گیا، اسی طرح درہ آدم خیل میں مشیران کو explosion کے ذریعے مارا گیا۔ ابھی مہمند ایجنسی میں پندرہ سے زیادہ مشیران مارے گئے ہیں اور اسی طرح یہ عمل جاری ہے۔ شہروں کو جلانا، مارنا تو چھوڑیں، خاص طور پر مشیران کو مارا جا رہا ہے۔ آج ہم لوگ خوش ہیں، پاکستان کہاں ہے، باجوڑ یا ساؤتھ وزیرستان میں کس کی authority ہے؟ حکومت میں ذرا کوئی تو بتائے کہ کیا وہاں ان کی writ ہے اور یہ ان کی authority ہے بلکہ اب تو وہاں سے

یہ دھمکی بھی آتی ہے، وہ صوبائی گورنمنٹ کو کہتے ہیں کہ اسے چلا جانا چاہیے جو کہ منتخب صوبائی حکومت ہے۔ جناب والا! اس منتخب حکومت نے امن قائم کرنے کے لیے، ان کا بہانہ ختم کرنے کے لیے ان سے 16 نکات پر مشتمل معاہدہ کیا، اس میں تمام چیزیں آئی ہیں لیکن اس کے باوجود 39 سے زیادہ سکیورٹی اہلکار، جس میں FC اور پولیس والے تھے، انہیں یرغمال بنایا گیا، آج تک ان کا مستقبل معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔

جناب والا! بات یہ ہے کہ اس میں مسلسل سیاسی اور military strategy کی غلطی ہے، میں ایک layman ہوں لیکن ہم حیران ہیں کہ 30,40 سکیورٹی کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی آ کر انہیں یرغمال بنا لے۔ کیا آپ نے یہ پہلے کبھی دیکھا تھا؟ اب جب اس کی detail میں جائیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ ان کو ورغلا کر اور دھوکہ دے کر یرغمال بنایا گیا۔ جب peace کی بات ہوتی ہے تو جو بھی ان کے قیدی ہیں، جو قانون کے خلاف کام کرتے ہیں، جو rule of law کو نہیں مانتے، جو انتہا پسندی کرتے ہیں، جو terrorism کرتے ہیں۔ ہم کہتے تھے کہ عرب جہالت میں اپنی بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے، آج ہمارے ملک میں ہر روز بچیوں کے سکولوں کو جلایا جاتا ہے۔ کیا یہ عرب جہالت کا نظام نہیں ہے جو کہ وہ مسلط کر رہے ہیں؟ اسلام کیا ہے؟ ہمارے ملک میں کوئی نہیں ہے کہ جو politically یہ کہے کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں یہ جرم ہے، اخلاقی طور پر ناروا ہے، شرعی طور پر ناروا ہے۔ کسی میں یہ جرأت کیوں نہیں ہے کیونکہ terrorism ہے، لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے، members of parliament کو notice دیتے ہیں کہ اگر آپ ہمارے علاقے میں واپس آئے تو ہم آپ کو ماریں گے۔

جناب والا! ان حالات میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کر رہے ہیں اس لحاظ سے یہ مسئلہ یقیناً سنجیدہ ہے۔ یہاں پر اپوزیشن لیڈر نے یہ تجویز دی کہ ہم یہاں سے ایک resolution pass کریں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ resolution ان lines پر pass ہو کہ ہم ملک کی sovereignty چاہتے ہیں، territorial integrity چاہتے ہیں، rule of law چاہتے ہیں اور جو کوئی rule of law کے خلاف لوگوں کو قتل کرے، ذبح کرے، سکولوں کو جلائے، جرائم کرے، اسے قانون کے سامنے پیش ہونا ہو گا۔

(Thumping of desks)

انہیں سزا دینی ہو گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں بات کریں، ہم پارلیمنٹ میں کیا بات کریں؟ ہم پارلیمنٹ میں تمام کی رائے دیں گے، وہ یہ ہے کہ یہ جو تمام قتل ہو رہے ہیں اس کے بارے میں کس پارٹی نے directly مذمت کی ہے؟ نہیں کر سکتے اور نہیں کرنا چاہتے۔ جناب والا! ہر عمل شرعی اور انسانی طور پر مجرمانہ ہے۔ اس حوالے سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سینیٹ باقاعدہ متفقہ طور پر اس بنیاد پر ایک resolution pass کرے کہ غیر ملکوں کی مداخلت نہیں ہو گی۔ یہاں ISI کا مسئلہ ہے، intelligence کے حوالے سے ہم کوئی بات نہیں کریں گے، اس کی ضرورت ہے اور ہونا چاہیے۔

لیکن اگر یہ بات ثابت ہو کہ ہمارے intelligence ادارے منتخب political power کا کہا نہیں مانتے، اس کا فیصلہ نہیں مانتے، اپنا فیصلہ کرتے ہیں، اس وقت آئی ایس آئی کے بارے میں یہ بات ہے۔ آپ آئیں اور وزیرستان سے باجوڑ تک لوگوں سے ووٹ لیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ وہاں کے عوام آپ کو سوفیصد یہ کہیں گے کہ ان سب معاملات میں حکومت شامل ہے۔ وہاں حکومت کے معنی کیا ہیں۔ حکومت کے معنی ہیں ایجنسیاں اور ادارے۔ وہ پاکستان کے وزیراعظم اور پاکستان کے منتخب حکمرانوں کی کوئی پالیسی نہیں مانتے۔ انہوں نے اپنی پالیسی بنائی ہے اور وہ اپنی پالیسی پر جا رہے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ جناب والا! یہ ہے وہ پوزیشن۔ میں تمام پارلیمنٹ کے ممبران سے خواہ وہ قومی اسمبلی کے ہیں خواہ وہ سینیٹ کے ہیں بحیثیت Parliamentarian درخواست کروں گا کہ آپ مہربانی کریں اور اپنا باقاعدہ frame دے دیں کہ ہمارا ملک کیسے چلنا ہے۔ ہماری sovereignty, integrity, rule of law اور غیر ممالک کے ساتھ صحیح تعلقات، عدم مداخلت کی بنیاد پر ہیں اور پھر اگر کوئی مداخلت کرے تو پھر پورا ملک اور تمام پارٹیاں مل کر اس کا جواب دیں۔ جناب والا! ذرا اندازہ لگائیں۔ یہ "The News" اخبار ہے، آج کا اخبار ہے Taliban to "take on India" after defeating allied forces. TTP spokesman blames government. For prevailing lawlessness. یعنی اب ہم کہیں کہ لوگ ہم پر الزام لگا رہے ہیں لیکن یہ باقاعدہ ایک نمائندے نے واضح کہا ہے اور اس کے words آپ پڑھیں

"Regarding the process of dialogues with the government, he said, the

government was not sincere in talks. We are very much clear about the talks. We never denied talks with the government. If the government were not aggravating the situation here, we too would not do so. We do not want activities inside the country so that we could focus more attention across the border." He said, the real Kashmiri Mujahideens have realised that the government was no more interested in the freedom of Kashmir and they therefore, joined the ranks of TTP after closure of the line of control.

جناب والا! جب ایسی صاف اور واضح باتیں ہوں کہ فلاں قوت کا بھی ہم یہاں اڈا بنائیں ' وہ اس ملک پر بھی حملہ آور ہو ' اور اس کے باوجود ہم تمام دنیا کو کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوا۔ جناب والا! ہماری عرض یہ ہے کہ ہم بالکل واضح فیصلہ کریں اور اس بنیاد پر اپنا resolution pass کریں اور اس حوالے سے یہ جو کچھ کام کر رہے ہیں ' انتہا پسندی والے' terrorism والے ان سب کو ہم condemn کریں اور یہی ہماری سیاست ہے۔

جناب والا! دوسرے مسائل کا بھی ایک پہلو ہے۔ ایک بیان آتا ہے کہ کراچی میں طالبانائزیشن ہو رہی ہے ۔ اس کے بارے میں ' میں detail میں نہیں جاؤں گا لیکن ایک مختصر بات کروں گا۔ ہم پاکستان کے باشند ے ہیں' ہماری اپنی سرزمین ہے۔ جب پاکستان بنا اس کے بعد تمام ملکی دولت کراچی پر خرچ ہوئی ' وہ ضرورت تھی یا نہیں تھی وہ الگ بات ہے لیکن ہمارے غریب لوگ خام labour کراچی مزدوری کرنے جاتے تھے۔اس حوالے سے آج آپ سب ان کی بستیاں جانتے ہیں۔سب کو معلوم ہے کراچی شہر کے اردگرد پشتونوں کی' ہم افغانوں کی کچی آبادیاں ہیں لیکن آج لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ انتہا پسند ہیں۔ ہمارےساتھ ان کا وہاں کوئی تعلق نہیں رہا ' ان کے مراکز تمام دنیا کو معلوم ہیں ' اسلام آباد میں ہرشخص جانتا ہے کہ انتہاپسند یہاں کہاں رہتے ہیں۔ کراچی میں سب جانتے ہیں کہ فلاں علاقے میں اور فلاں ادارے میں انتہا پسندوں کی تربیت ہوتی ہے ' انہیں پڑھایا جاتا ہے ' انہیں رکھا جاتا ہے۔اس حوالے سے ہمارے لوگ بھاگ رہے ہیں' شمالی وزیرستان سے کئی لاکھ گھرانے بھاگ گئے ہیں ادھر

اپنے سر چھپانے کے لیے۔ سوات میں، باجوڑ میں جو لڑائی ہے وہاں سے ہمارے لوگ بھاگ رہے ہیں اور یہاں لوگ کہتے ہیں کہ طالبانائزیشن ہورہی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ اس بات کو نظر میں رکھیں ، ہم اس ملک کے پرامن شہری ہیں، ہم نے اپنی محنت مشقت سے اپنے لیے کچا مکان بنایا ہے۔ ہمارے لوگوں نے کوئی انتہاپسندی کا مرکز نہیں بنایا ہے البتہ جو ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ مہربانی کریں، اگرکسی نے ان کے مراکز دیکھنے ہیں، سینیٹ کے تمام ممبران جانتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ ان مراکز کو دنیا کے سامنے رکھو کہ انتہا پسندی کے یہ یہ مراکز ہیں لیکن اس حوالے سے طالبانائزیشن کا بہانا بنا کر ، ان پشتونوں کو بہانا بنا کر قوم کو گمراہ نہ کریں جو ابھی تک اپنے وطن میں رہ رہے ہیں اور جو وہاں سے بھاگ رہے ہیں سرچھپانے کے لیے۔ آپ سوات میں دیکھ رہے ہیں کہ کیا حالات ہیں ۔ جناب والا! ایسے حالات میں ان سے بھی ہم کہتے ہیں کہ آپ عقل کے ناخن لیں۔ ایسی کوئی بات نہ کریں ، بڑی احتیاط سے اس پر بات کریں۔ جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ بڑی مہربانی۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: مولانا گل نصیب خان صاحب۔ نہیں ہیں۔ ڈاکٹر خالد محمود سومرو۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ملکی سلامتی کے حوالے سے خاص طور پر جو بیرونی خطرات ہیں اس پر باتیں ہو رہی ہیں اور اس وقت پاکستان کی جو کچھ صورتحال بنی ہوئی ہے ، مختلف حضرات ان پر اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کچھ ساتھیوں نے یہ بات کی کہ گزشتہ حکومت میں یہ ہوا اور کچھ ساتھیوں نے کہا کہ اب یہ ہو رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ خارجہ پالیسی کےحوالے سے اب تک کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ جب تک ہماری خارجہ پالیسی تبدیل نہیں ہوگی تب تک حالات بھی تبدیل نہیں ہوں گے اور بدقسمتی سے گزشتہ حکومت کی طرف سےہمیں وراثت میں اور تحفے میں یہ چیز ملی۔ عملی طور پر پاکستان کو امریکہ کی کالونی میں صدر مشرف صاحب نے تبدیل کیا ، یہ سب کو معلوم ہے اور جو کچھ ہوا ، مشرف صاحب کے جتنے اقدامات تھے ، پرانی حکومت نے جس طرح ان کو قبول کیا اور ان

کی حمایت کی یہ چیز کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ جتنا بھی قتل عام ہوا ہے اگر مشرف صاحب اس کے ذمہ دار ہیں تو پرانی حکومت بھی برابر کی ذمہ دار ہے۔ میں کوئی اس حوالے سے مزید بات نہیں کرنا چاہتا لیکن صرف اتنی گزارش کروں گا کہ خارجہ پالیسی کو تبدیل کیا جائے۔ آزاد خارجہ پالیسی اختیار کی جائے۔ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ہمیں اتنی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے، جو کچھ گزشتہ حکومت نے کیا ان چیزوں کو سامنے رکھ کر ہمیں صحیح حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے۔ اس وقت ہمارا امریکہ کے ساتھ جو تعلق ہے وہ دوستی والا تعلق نہیں ہے۔ وہ ایک غلام اور آقا کا تعلق ہے۔ ہم عملی طور پر امریکہ کے غلام بن چکے ہیں اور غلام کی کیا مجال ہے کہ وہ آقا کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔ سب لوگ اس چیز کو سمجھ رہے ہیں، چاہے ان کا تعلق حزب اقتدار سے ہو یا ان کا تعلق حزب اختلاف سے ہو، اس وقت ہم مکمل طور پر امریکہ کے غلام بن چکے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ہتھیار اٹھائیں اور جا کر امریکہ کا مقابلہ کریں، اتنی سکت نہیں ہے لیکن کم از کم زبان سے صحیح کو صحیح کہنا چاہیے، غلط کو غلط کہنا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (عربی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ ظلم کو دیکھتے ہیں، زیادتی کو دیکھتے ہیں تو آپ کے پاس اگر قوت ہے تو قوت بازو سے اس کو روکیں۔ اگر آپ کے پاس اتنی قوت نہیں ہے تو آپ زبان سے روکیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ کے پاس اتنی قوت بھی نہیں ہے تو کم از کم آپ گناہ کے کام میں ان کی معاونت نہ کریں، غلط کام کو کم از کم دل میں تو غلط سمجھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے لیکن اگر اتنا ایمان بھی کسی کے پاس ہو گا تو وہ جہنم کی آگ سے بچ جائے گا۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ امریکہ کی مداخلت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اس وقت جو کچھ افغانستان میں ہو رہا ہے، عراق میں ہو رہا ہے، دوسری جگہوں پر ہو رہا ہے، یہ چیزیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ امریکہ واحد سپر پاور کے طور پر جب سے ابھرا ہے تب سے امریکہ والوں نے مسلمانوں کا ناحق قتل عام شروع کیا ہے، وہ اسلام کو سب سے بڑا خطرہ سمجھ رہے ہیں۔ ہمیں کم از کم ان چیزوں پر کوئی اجتماعی موقف اختیار کرنا چاہیے۔ یہ war against terror نہیں ہے، یہ مسلمانوں کی نسل کشی کی جنگ ہے۔ وہ مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں انہوں نے لاکھوں بے گناہوں کو افغانستان میں مارا ہے، لاکھوں بے

گناہوں کو عراق میں مارا ہے اور اب جو کچھ وہ یہاں پر کر رہے ہیں' یہ ایک سٹیج سجایا جا رہا ہے جس میں بڑے بڑے حسین چہرے ملوث ہیں۔ اگر کسی گھر میں خیر خیریت ہو گی' کوئی چیخ و پکار نہیں ہو گی تو کوئی غیر اس گھر میں داخل نہیں ہو گا لیکن اگر کسی گھر میں چیخ و پکار کی آوازیں آئیں' فریادوں کی آوازیں آئیں کہ بچاؤ' ہم مر گئے تو لوگ دیواریں پھلانگ کر بھی گھر میں داخل ہوتے ہیں کہ پتا نہیں کونسی قیامت آ گئی ہے۔ اب جو کچھ کیا جا رہا ہے' یہ امریکہ کو یہاں پر لانے کے لیے ایک سٹیج سجایا جا رہا ہے۔

جہاد ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (عربی) جہاد قیامت کی صبح تک جاری رہے گا۔ جہاد کا انکاری کافر ہے اور یہاں برصغیر میں سب سے پہلے جہاد کا انکار غلام محمد قادیانی نے کیا۔ جہاد کا انکار ممکن ہی نہیں ہے۔ وہ کونسا مسلمان ہے جو جہاد کا انکار کرے لیکن یہاں پر جو کچھ ہو رہا ہے' جہاد کے نام پر فساد بھی پھیلایا جا رہا ہے۔ ہم مجاہدین کے مخالف نہیں ہیں' مفسدین کے مخالف ہیں۔ مجاہدین کے لیے ہم دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ مجاہدین کو کامیاب کرے۔ جہاں جہاں پر بھی پوری دنیا میں مجاہد کفر سے لڑ رہے ہیں ہم ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ میں اور فساد فی سبیل اللہ میں کچھ فرق ہونا چاہیے۔ میں برملا کہتا ہوں کہ اس میں ایجنسیاں ملوث ہیں۔ آج ایجنسیوں کی صفائی پیش کرنے والے حضرات حقائق کا اعتراف کر لیں' کل تک امریکہ کو خوش کرنے کے لیے انہی لوگوں کو مجاہد کہا جاتا تھا جن کو آج یہ terrorists کہتے ہیں۔ یہ مقدمہ فوجی جرنیلوں پر چلنا چاہیے۔ ان کے خلاف ایف آئی آر ہونی چاہیے۔ کل تک یہ منظور نظر تھے کیونکہ امریکہ کے اپنے مفادات تھے۔ روس کی کمر توڑنی تھی' سوویت یونین کو تباہ کرنا تھا تاکہ امریکہ واحد سپر پاور بنے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ سب کچھ خود کیا ہے۔ آج حقائق کو مسخ کر کے پتا نہیں یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں پاکستان میں اب کیا پتا ہے' سب کی داڑھی ہے' سب کے سر پر پگڑی ہے' میں نے پہلے بھی ایک مرتبہ کہا تھا کہ ہر داڑھی والا مولوی نہیں ہوتا' ہر پگڑی والا مولوی نہیں ہوتا۔ ہر پینٹ شرٹ والا گریجویٹ' پڑھا لکھا نہیں ہوتا تو اسی طرح جو مجاہدین کا حلیہ اختیار کرے وہ مجاہد بھی نہیں بن سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مجاہدین کو بھی بدنام کرنے کی سازش ہے۔ طالبانائیزیشن کے نام سے جو کچھ ہو رہا ہے' بہت بڑے فتنے کی طرف یہ لوگ بڑھ رہے

ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آگے چل کر اپنے بڑوں کی اشیرباد پر اور ان کے کہنے پر وہ وہاں پر قتل عام کرنا چاہتے ہیں اور ایسے بیانات دے کر لوگوں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہیں۔ ہمیں حقائق کا اعتراف کرنا چاہیے۔ میں پھر اس چیز کو دہراتا ہوں کہ ہمیں مل بیٹھ کر سوچنا چاہیے۔ جب تک آزاد خارجہ پالیسی ہم اختیار نہیں کریں گے، اپنے آپ کو امریکہ کے چنگل سے باہر نہیں نکالیں گے، اس نام نہاد war against terror سے علیحدگی اختیار نہیں کریں گے، تب تک ان مصیبتوں سے ہماری جان نہیں چھوٹے گی۔ ہمیں ہمت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، جرات کا مظاہرہ کرنا چاہیے، غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرنا چاہیے، بے گناہ لوگوں کی جان بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی دھرتی کی سلامتی کی فکر کرنی چاہیے۔ وطن عزیز کی سلامتی کے لیے سوچنا چاہیے۔ وہ لوگ جو کل تک ان کے ساتھ تھے، آج کس منہ سے تنقید کر رہے ہیں۔ ان کے اپنے ہاتھ ان بے گناہوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں، ان سے صرف اتنا کہوں گا کہ

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: جناب ایس ایم ظفر۔

سینیٹر ایس۔ ایم۔ ظفر: جناب چیئرمین! جب 18 فروری کے انتخابات ہوئے جو کہ آپ کی نگرانی میں ہوئے تھے، ہم سب نے آپ کو مبارک دی تھی۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور حوصلہ دیا کہ جمہوریت آ گئی ہے۔ جیتنے والوں نے خوشیاں منائیں۔ ہماری جماعت نے حوصلہ مندی اور فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف انتخابات کے نتائج کو تسلیم کیا بلکہ پارلیمانی روایات کے استثنٰی کے طور پر حزب اختلاف میں ہونے کے باوجود وزیر اعظم کو اعتماد کا ووٹ بھی دیا۔ بہرحال ساری کی ساری قوم اور ہم سب ایک نئی صبح کا انتظار کرتے رہے۔ کچھ عرصے کے بعد پتا چلا کہ اس صبح کا سورج پاکستان سے نہیں دبئی سے طلوع ہو گا۔ عوام اور میڈیا کی آنکھیں ادھر دیکھنے لگیں۔ پھر صدا آئی کہ مری کی خوبصورت پہاڑیوں کی اوٹ سے وہ اجالا نمودار ہو گا، گردنیں مڑ گئیں، پھر یکدم شور اٹھا کہ بے وقوفو! تمھاری قسمت کے فیصلے

کرنے والے لندن میں اکٹھے ہو رہے ہیں لہٰذا وہ صبح جس کا تمھیں اتنا انتظار ہے وہ ان عمارات کے پچھواڑوں سے اٹھے گی اور نمودار ہو گی جہاں برطانیہ کے ارب پتی بھی پر نہیں مار سکتے لیکن چونکہ تمھارے قائدین اپنی بے حد مشکل جلا وطنی میں وہیں قیام پذیر تھے' اس لیے تمہاری صبح تو وہیں سے اٹھنی چاہیے چنانچہ بہت سارے لوگ اور میڈیا والے بیچارے بھی اپنے کیمرے لے کر وہاں پہنچ گئے۔ وہاں بھی انتظار رہا۔ چند ایک نے تو لندن پہنچ کر یہاں تک بھی کہنا شروع کر دیا کہ ہم نے اس صبح کے سورج کی کرنیں جو شروعات میں نمودار ہوتی ہیں وہ بھی دیکھ لیں لیکن وہ صبح نہ نمودار ہوئی اور یہ سلسلہ چلتے چلتے سو دن پورے ہوگئے۔ جناب چیئرمین' مایوسی یقیناً گناہ ہے۔ اسلام مایوسی کی اجازت نہیں دیتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ موجودہ حکومت نے کئی محاذوں پر قوم کو بے حد مایوس کیا ہے۔

وزیر اعظم کے دورہ کی گفتگو تو اس ہال میں بھی بہت ہوچکی' اخبارات میں بھی لکھی جاچکی ہے' اس کے چرچے بھی بہت ہوئے ہیں اور اس پر اور بھی بہت کہا اور لکھا جائے گا۔ جب ہمارا وزیر اعظم ملک سے باہر جاتا ہے' چاہے وہ کسی بھی سیاسی جماعت کا وزیر اعظم ہو تو بیرون ملک وہ ہمارا وزیر اعظم ہوتا ہے' مجھے افسوس ہے کہ وزیر اعظم کا اور ہمارے ملک کا وقار اس دورے میں بلند ہونے کی بجائے مجروح ہوا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ نہیں کہ جو تحقیر کرنا چاہتے تھے ان کی نیت یہ تھی کہ وہ ہماری تحقیر کریں۔ جب کوئی ملک اور اس ملک کی حکومت' اپنے ملک کی حاکمیت دوسروں کے ہاتھوں گروی رکھ دے تو پھر اس ملک کا یہ تصور کرنا اور اس کے وزیر اعظم کا یہ سوچنا کہ اگر وہ وہاں جائیں گے تو ان کے سر پر ایک دستار افتخار باندھی جائے گی' یہ ایک غلط سوچ ہے۔ ہم نے کیا کیا' ہم نے اپنے وزیر اعظم کے دستخطوں سے یہ درخواست اقوام متحدہ میں بھیجی کہ اپنے ملک میں ہونے والے جرم کی ہم خود تفتیش نہیں کرسکتے اور بیرون ملک والے آکر اس کی تفتیش کریں۔ جب ایسا وزیراعظم کسی اور ملک کے سربراہ کے پاس ملنے کے لیے جائے گا تو کیا وہ وہاں سے احترام لے کر آئے گا۔ یہ توقع خاص طور پر حضرت بش سے تو نہیں کی جاسکتی۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین' باتیں تو بہت سی کہنے کو ہوں گی۔ اگر آپ کو یاد ہو تو سینیٹ کے

گزشتہ اجلاس میں جبکہ موجودہ حکومت کا کچھ عرصہ گزر چکا تھا اور یہ سوال اٹھایا تھا کہ حکومت کہاں ہے؟ کہاں حکومت ہو رہی ہے؟ وہ پارلیمنٹ میں ہے یا اس کے باہر ہے۔ وہ منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں ہے یا غیر منتخب لوگ موجودہ حکومت کو چلا رہے ہیں۔ میرے سوال کا جواب تو وہاں سے کسی نے نہ دیا۔ جنہوں نے جواب دینا تھا انہوں نے بھی خاموشی اختیار کی اور فیصلے پارلیمنٹ سے باہر ہوتے رہے۔ رسیاں باہر ہی سے کھینچی جاتی رہیں، کٹھ پتلی کا تماشا چلتا رہا۔ اگلے دن میں نے اور آپ لوگوں نے بھی ٹی وی پر وہ coverage دیکھی جس میں ہمارے وزیراعظم تقریر کررہے ہیں اور صدر متحدہ امریکہ ان کے ساتھ کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب بچوں والی مسکراہٹ تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے شاید آنکھ بھی ماری تھی لیکن بہرحال بچوں والی مسکراہٹ تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایک بڑے مدبر ملک کے صدر کے چہرے پر جبکہ ہمارے وزیراعظم ایک بڑی اہم تقریر کررہے ہیں، اپنے ملک میں جو کارنامے ہوئے ہیں اس کا ذکر کررہے ہیں، تو ان کے چہرے پر یہ مسکراہٹ کیوں؟ مجھے جواب نہیں مل رہا تھا لیکن آج صبح ایک خبر نے وہ معمہ حل کردیا۔ خبر کے الفاظ یوں ہیں کہ، "کٹھ پتلی کا شو دیکھ کر اسکول کے بچوں کے چہروں پر اچانک مسکراہٹ آگئی۔" جارج بش کی یہ مسکراہٹ مجھے ان بچوں کی مسکراہٹ یاد دلاتی ہے جو کٹھ پتلی کو دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ کیا ہمارے وزیراعظم کے کٹھ پتلی ہونے کا اظہار جارج بش کی اس مسکراہٹ میں ہمیں واضح نہیں ہورہا؟

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین، غربت کا ذکر ہوا ہے، آج جو غربت کا عالم ہے اس کا ذکر الفاظ میں نہیں کیا جاسکتا۔ غریب کی راتیں دکھ سے بھرگئی ہیں اور اس کے دن تلخ ہوچکے ہیں۔ کل جو دوسروں کی مدد کرسکتا تھا، آج وہ امداد کا طالب ہے۔ ان کی مایوسیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ اطلاع ایک اور بھی ہے کہ ملک میں وہ کرپشن جو دبائی جارہی تھی، وہ اب حدود پارکرنے کا فیصلہ کرچکی ہے۔ اسے اب قانون کی پشت پناہی بھی مل چکی ہے۔ MCB کو جس قسم کی دھمکیاں مل رہی ہیں اس سے لوگوں کے دلوں اور ذہنوں میں کئی قسم کے سوالات جنم لے رہے ہیں۔ ان تمام حالات کے درمیان فیصلے انتظار کررہے ہیں۔ کوئی فیصلہ کہیں ہو ہی نہیں رہا۔ آج صبح سے شام تک ہم یہی سن رہے ہیں کہ آج فیصلہ نہیں تو کل، کل فیصلہ نہیں تو پرسوں۔ ونسٹن چرچل جس

نے اتنی بڑی جنگ لڑی اور جیتی اس کا ایک مشہور قول ہے کہ "سیاست میں ایک ہفتہ فیصلہ نہ کرنا مہلک ہوتا ہے۔" ان کے الفاظ ہیں "In politics, a week of no decision is too long" یعنی کہ یہ ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ نپولین نے کہا تھا کہ "Any decision is better than no decision" جناب، ہم کیا کررہے ہیں؟ کوئی فیصلے نہیں کررہے۔ یہاں یہ بھی ذکر ہوا کہ بیرون ملک سے بہت سے خطرات ہماری جانب اڑ کر چلے آرہے ہیں۔ بلاشک و شبہ کبھی ہمیں ایک جانب سے دھمکی آتی ہے کبھی دوسری جانب سے دھمکی آتی ہے۔ وہ جو ہمارے ہی ہاں رہ کے گئے، وہ ہمیں دھمکیاں دے رہے ہیں لیکن یہ خطرات باہر کے نہیں۔ یہ ہماری کمزوریوں کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ آپ اندرون ملک کمزوریاں دورکریں، جوں جوں آپ اپنی کمزوریوں کو دور کرتے جائیں گے، یہ خطرات آپ سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ ہماری کمزوریاں کیا ہیں، آج میں بڑے دکھ کے ساتھ یہ بات عرض کررہا ہوں کیونکہ یہ ہمارا بڑا ہی خوبصورت اور بڑا ہی پیارا ملک، بڑا ہی اچھا ملک جس کے لوگوں میں تمام صلاحیتیں، جس میں تمام وسائل، جس میں تمام اچھے رہنے والے لوگ موجود ہوں ان کی وجہ سے، وہ تباہی اور بربادی کی جانب اس وجہ سے جارہا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم جمہوریت کی جانب گامزن ہیں، فیصلے نہیں ہورہے۔ اس وجہ سے میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ وقت آگیا ہے کہ ہم جلد از جلد کچھ معاملات طے کریں۔ چار ماہ سے ہم جو لٹکے ہوئے ہیں، لٹکنے کا دورختم کریں۔

ہمارے محترم وزیر قانون یہاں موجود نہیں ہیں، فاروق ایچ نائیک نے ایک package دیا ہے۔ Package کا بھی ایک نیا مسئلہ شروع ہوا ہے، ایسا package دیا ہے جو شیطان کی آنت سے کم نہیں ہے۔ ترامیم ہیں، ترامیم در ترامیم ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے coalition partners کئی دنوں سے اس پر عرق ریزی کررہے ہیں اور کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔ میں فاروق نائیک پیکج والا صاحب سے معافی چاہتا ہوں، ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا یہ بڑا bundle واپس لے لیں اور جو رائے ہماری مسلم لیگ نے شروعات میں دی تھیں اس پر غور کریں۔ مختصر رائے ہے، قابل عمل رائے ہے۔ ہم نے رائے یہ دی تھی

restore the judges, retain the judges through a brief constitutional amendment, a simple straightforward constitutional answer.

کیوں نہیں کرتے ایسا؛ صرف اس وجہ سے کہ پاکستان مسلم لیگ نے ایک اچھی رائے دی ہے۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ جو اچھی رائے ہو، کہیں سے بھی آتی ہو، اسے قبول کرلینا چاہیے۔

اسلام امن کا مذہب ہے، سلامتی کا مذہب ہے، یہ مذہب رحمتوں کا ہے، یہ برکات کا مذہب ہے، جو لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رواداری سکھاتا ہے، اس کو جس طریقے سے مسخ کیا جارہا ہے، اس کے لیے ہماری حکومت نے چار ماہ سے کچھ نہیں کیا۔ مندوخیل صاحب نے آج بالکل صحیح بات کہی ہے، یہ ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ ہم کہیں کہ اسلام کے نام پر جو اس ملک کے اندر دہشت گردی ہورہی ہے، لوگوں کو قتل کیا جارہا ہے، وہ اسلام کے منافی ہے، وہ پاکستان کی ideology کے خلاف ہے، وہ قائداعظم کے فرمان کی مخالفت میں ہے۔ یہ ہمارا فرض بنتا ہے اور ہم سب کو ان کا ساتھ دینا چاہیے۔

جناب والا! foreign exchange کا حوالہ آپ سے زیادہ کون جانتا ہے۔ بڑی مشکل سے ڈالر کو 72 پر لاکر روکا گیا ہے۔ ابھی خطرات ہیں کہ شاید پھر ایک بار، باوجود سٹیٹ بینک کی تمام کوششوں کے، یہ خطرات تمام بینکرز بتاتے ہیں، تمام financial advisors بتاتے ہیں کہ ڈالر اور روپے کے درمیان تناسب پھر بگڑے گا۔ اس کا کیا علاج ہے؟ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے، قرآن کا حکم ہے کہ قومیں اپنے قائدین کی باتیں نہیں سنا کرتیں، عمل دیکھتی ہیں۔ قول تو بہت اچھے ہوتے ہیں۔ میں نے یہ کہا، تم نے یہ کہا، اس نے یہ کہا۔ کہنے کو تو بہت اچھی باتیں بہت سارے لوگ کرتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو عمل کیا جاتا ہے اس کا اثر ہوتا ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! مجھے اجازت دیجیئے اور بڑی ہی معذرت کے ساتھ لیکن پورے خلوص کے ساتھ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دو بڑے قائدین جن کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ باقی تمام معزز ممبران سینیٹ بھی مجھ سے متفق ہوں گے کہ اللہ تعالٰی نے ان کو بیرون ملک بہت سارا اثاثہ دے رکھا ہے۔اس کے بغیر شاید ان کی زندگی، ان کے خاندان کی زندگی وہاں نہ چل سکتی، اگر آج وہ اپنے اثاثے میں سے اعلانیہ آدھا پاکستان میں لے آئیں تو یہ ڈالر 72 روپے سے کم ہوکر 65 یا 62 روپے تک پہنچ جائے۔ یہ ہوتی ہے قیادت۔ قرآن نے کہا ہے کہ تم وہ کیوں کہتے ہو جو کر نہیں سکتے اور اگر تم وہ کر لو جو کرنا چاہتے ہو تو دنیا تمہارا ساتھ دے گی۔ جب تک ایسا نہیں کرو گے کچھ نہیں ہو سکے گا۔ ہم

چاہتے ہیں کہ یہ قیادت کریں۔ ہم نے انتخابات کے ذریعے اس صبح کے انتظار میں ان کے حوالے قیادت کر دی اب یہ عمل کے ذریعے قائد بننے کی کوشش کریں، بیانات کے ذریعے نہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب والا! مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہماری حکومت نہیں ہے ورنہ جو واقعات سری نگر میں ہوئے ہیں یقینی طور پر ہم دیکھتے کہ ہمارا وزیر اعظم، ہم دیکھتے کہ ہمارا صدر خود سری نگر میں جو مسلمانوں کے ساتھ وحشیانہ بربریت ہوئی ہے اور ایک خبر کے مطابق وہاں کے سنہا نے اور وہاں کے fundamentalist ہندوؤں نے جس طریقے سے مسلمانوں کو lynch کیا ہے ' الفاظ ہیں 'lynching of the Muslim men and women' ایک پرزور احتجاج ہماری حکومت کے ایوانوں سے جاتا ' افسوس کی بات ہے کہ ایسی بات نہیں کی گئی۔ انسانی حقوق کے ناتے سے اور کشمیریوں کے ساتھ جو ہمارا تاریخی رشتہ ہے، ہم نے اتنے عرصے سے ان کے ساتھ ' ان کی جدوجہد میں شمولیت رکھی ہے' اس چیز کا تقاضا ہے کہ ہم اس بات کی مذمت کریں اور ہم یہ کہیں کہ ان کے ساتھ جو واقعات ہو رہے ہیں ان کی ہم پوری مذمت کرتے ہیں۔

جناب والا! ہمارے وزیر اعظم صاحب اچھے آدمی ہیں۔ ملنسار ہیں، طبیعت کے اچھے ہیں۔ ہم سب ان کو جانتے ہیں' اچھے خاندان سے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر نہ ان سے کوئی شکایت ہے' نہ ہوسکتی ہے۔ اس لیے میں ان سے اس دورے کے حوالے سے ایک مودبانہ عرض کرنا چاہوں گا۔ وہ اس ملک سے باہر گئے ہیں۔ میں ان سے آپ کے ذریعے سے' ایوان کے ذریعے سے صرف دو مختصر سی باتیں کہنا چاہوں گا۔ وہ ان کے لیے ہی نہیں ہیں بلکہ آئندہ کے لیے آنے والے تمام وزیر اعظموں کے لیے بھی ہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ لوگوں نے آنا بھی ہوتا ہے' جانا بھی ہوتا ہے۔ ملک کی وزارتیں رہتی ہیں، ملک سالم رہتا ہے لیکن روایتیں اگر بہتر ہو جائیں تو ہم سب کے لیے آئندہ کے لیے بھی آسانی ہوتی ہے اور بہتری ہوتی ہے۔ تو روایت کو قائم کرنے کے لیے عرض کرنے لگا ہوں کہ وزیر اعظم سے میری دو شکایتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ دورے پر جانے سے پہلے انہوں نے پارلیمنٹ کو اعتماد میں نہیں لیا۔ اتنے بڑے دورے پر جانے سے پہلے ان کا فرض بنتا تھا کہ وہ ارکان پارلیمنٹ سے کوئی نہ کوئی formal یا informal

ملاقات کرتے، اگر قومی اسمبلی بہت بڑی تھی تو یہ ہمارا سینیٹ تو چھوٹا سا ہے اس کے سو ممبران ہیں، وہ یہاں تشریف لے آتے ۔ ہم تو یہاں تقریباً بڑی مرنجا مرنج گفتگو کرتے ہیں، bipartisan ہیں اور قومی مفاد کے معاملے میں بات کرتے ہیں، ضرور کوئی نہ کوئی ان کی معاونت کرتے اور جب وہ وہاں جاتے تو بش کے چہرے پر وہ مسکراہٹ نہ آتی بلکہ وہ ان کو خوف سے اور احترام سے بھی سنتے۔ یہ میری ان سے شکایت ہے اور دوسری میری ان سے ذاتی درخواست ہے کہ جب کبھی وہ ایسے دورے پر جایا کریں تو خاندان کو اور خاندان کے ساتھیوں کو، اپنے بچوں کو ساتھ لے کر نہ جایا کریں۔ یہ ملک کے لیے اور ملک کے وقار کے لیے درست نہیں ہے۔

جناب والا! میں جانتا ہوں کہ آپ نے مجھے کافی وقت دیا ہے۔ آخر میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ بڑی تیزی سے زمین نیچے سے نکلتی جا رہی ہے۔ ہم اپنی گفتگو میں مصروف ہیں۔ ہم ایک دوسرے پر blame game کے اوپر وقت صرف کر رہے ہیں۔ ہم یہ انتظار کر رہے ہیں کہ کب فیصلے ہوں گے۔ اس عرصے میں وہ جو کہتے ہیں کہ "دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا" یہاں تو قیامت سے بھی آگے کوئی ماقیامت کی بات آ رہی ہے۔ باتیں بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ اگر ہم نے حالات کو جلد درست نہ کیا تو جیسے پہلی اگست کو سورج گرہن لگا تھا کہیں خدانخواستہ اس نئی جمہوریت کو بھی گرہن نہ لگ جائے۔ بہت شکریہ

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: بی بی یاسمین شاہ۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنے قول کا اور اپنے وعدوں اور اپنی ان قسموں کا پابند کرے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ جو قول اور قسمیں ہم نے اس ملک اور عوام کے ساتھ کھائی ہیں ان کو پورا کریں اور جو وعدے ہم نے کیے ہیں ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خدا تعالیٰ مجھے ایسے الفاظ دے کہ جن سے میں آج اس ایوان اور اپنے پاکستان کے عوام تک اس ملک کے کچھ حقائق کو یہاں صحیح

الفاظ میں ان تک پہنچا سکوں۔

جناب والا! ملک اس وقت بے شمار خطرات سے دوچار ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ملک اس وقت جس کرب سے گزر رہا ہے یہ وہ وقت ہے کہ میں یہاں یہ بات کہتے ہوئی کوئی عار یا شرم محسوس نہیں کروں گی کہ ایک ماں جب ایک بچے کو جنم دیتی ہے' اس دنیا میں لاتی ہے اور اس دوران وہ جس pain سے گزرتی ہے' اسی درد اور اسی period سے ہمارا پاکستان گزر رہا ہے۔ میں یہ کہنے میں عار محسوس نہیں کروں گی اور برملا اس بات کا اظہار کروں گی کہ پاکستان اس وقت labour pains سے گزر رہا ہے۔ اگر صحیح treatment نہیں ہوئی تو میں سمجھتی ہوں کہ ماں کی جان کو خطرہ ہے۔ اس لیے مہربانی کر کے اس ماں پر اور اس ملک پر رحم کیا جائے۔

جناب والا! بڑے دکھ' افسوس اور بڑی ہی شرمندگی کے ساتھ مجھے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ کچھ دن پہلے out of the blue موجودہ حکومت نے ایک ایسا گل کھلایا جو نہ صرف پاکستان کی سالمیت کے لیے شدید ترین خطرہ بن کر ابھرا بلکہ پاکستان کی تاریخ میں بدترین طرز حکومت کی مثال رقم کر گیا۔ جناب والا! میں آج اس ایوان کی توجہ اس طرف دلاتی ہوں کہ آئی ایس آئی ایک ایسا اہم ادارہ ہے جو پاکستان کو بیرونی خطرات سے meet کرنے کے لیے اہم کلیدی کردار ادا کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ اس ادارے کو ایک notification کے تحت وزارت داخلہ کے ماتحت کر دیا گیا اور کچھ ہی دیر بعد یہ بتایا گیا کہ notification واپس لے لیا گیا ہے۔ جناب والا! ستم ظریفی یہ ہے کہ اس وقت تک قوم کے ساتھ اپنے دنیاوی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے notification reverse نہیں کیا گیا اور حکومت نے on record جھوٹ بولا اور اس کا ثبوت آج اخباروں اور ٹی وی کے ذریعے عوام کو مل چکا ہے۔ جناب والا! دیکھنا یہ ہے کہ ایسی کیا وجوہات تھیں کہ دیدہ دلیری سے ایسا قدم اٹھایا گیا اور ان کی ہٹ دھرمی یہ ہے کہ ابھی تک notification واپس نہیں لیا گیا۔ ملکی مفاد میں کچھ right decisions ہوتے ہیں اور کچھ popular decisions ہوتے ہیں جو جذبات سے منسلک ہوتے ہیں لیکن right decisions نہیں ہوتے۔ پاکستان کے مفاد میں آئی ایس آئی کو وزارت داخلہ کے ماتحت کرنا ایک بہت بڑا blunder ہے۔ جناب عالی! اصل بات یہ ہے کہ اس حکومت نے اپنے دنیاوی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے puppet on a chain کا کردار ادا کیا اور کر رہے

ہیں۔

جناب عالی! میں سمجھتی ہوں کہ آپ کے Supreme National Interest ہوتے ہیں اور ان پر آپ کسی صورت میں compromise نہیں کرتے۔ میں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں سمجھوں گی کہ آپ اپنے دنیاوی آقاؤں کو سمجھائیں اور بتائیں کہ کسی صورت میں ہمارے حساس ادارے کو وہ under mind کرکے اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور اس حساس ادارے کے علاوہ، اس کے بغیر یہ افغانستان میں ایک قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔

جناب عالی! میں آج اس ایوان میں کھڑے ہوکر یہ ضرور کہوں گی کہ یہ ایوان اور یہ ملک اور یہ عوام میرا پورا ساتھ دیں اور حکومت کو آج رات 12.00 بجے تک کا ultimatum دیا جائے اور ان سے یہ کہا جائے کہ notification واپس لیا جائے۔ جناب عالی! یہ ملک اور عوام کے ساتھ بھیانک مذاق ہے جس کو بند کیا جائے۔ میں آج اس ایوان میں ایک ایسی بات سے پردہ اٹھانا چاہتی ہوں جس کا شاید ہمارے عوام کے سامنے آنا اور اس ہاؤس کے ممبران کے سامنے آنا اور اس پریس کے سامنے آنا بہت ضروری ہے۔ جناب عالی! آج اس ایوان بالا میں، میں ایک ایسی بات کروں گی کہ قوم کو خبر ہو جائے گی کہ کونسی وہ شخصیات ہیں جو اپنے مکروہ مقاصد کے حصول کے لئے پاکستان کے supreme interest کو تہس نہس کرنا چاہتی ہیں۔

جناب عالی! ISI کی definition کو اب correct کرنے کا وقت آ چکا ہے اور ہم سب کا فرض بن چکا ہے کہ present definition کو جس طرح جناب آصف علی زرداری نے آلودہ کرکے USA کو پیش کیا ہے وہ نہ صرف ہمارے فرض شناس ادارے کی توہین ہے بلکہ ہمارے پاک پاکستان کی سالمیت کے خلاف ایک بھیانک internal جارحیت کا ثبوت ہے۔

جناب عالی! آصف علی زرداری صاحب ماضی کی طرح اداروں کو اپنے طابع کرنا چاہتے ہیں۔ کل جناب جاوید اشرف صاحب نے طنزاً جنرل رحمٰن ملک اور جنرل کمال شاہ کی بات کی تھی۔ جناب عالی! میں طنزاً بات نہیں کروں گی۔ میں دو ٹوک بات یہاں ضرور کہوں گی کہ جنرل آصف علی زرداری کی فوجداری ہمیں ہرگز قبول نہیں۔ جناب عالی! اب میں اس triangle کو بے نقاب اس طرح کروں گی کہ جس کا brain child ہمارے امریکہ کے سفیر جناب حسین حقانی ہیں۔ جناب! میں اپنی بات repeat کرتی ہوں کہ اس سارے منصوبے میں brain child

ہمارے امریکہ کے سفیر جناب حسین حقانی صاحب ہیں۔ موصوف کی بطور سفیر appointment سے پہلے واشنگٹن DC میں ان کی Association Indian Embassy کے ساتھ رہی ہے۔ بدقسمتی پاکستان کی اور بدقسمتی اس پاکستانی قوم کی کہ وہ اتنی معصوم ہے کہ اس اہم assignment کے لئے ان کو چنا گیا۔ اس triangle کا انچارج جناب مشیر داخلہ رحمٰن ملک صاحب اور اس کی final approval and endorsement مسٹر زرداری کے ذمہ ہے۔ جناب! آج میں برملا کہتی ہوں کہ پلان اس طرح تھا کہ "را" کا ایجنڈا تھا، سادہ اور مکروہ۔ Destabilize پاک پاکستان front line defence and destabilize کا پاکستان ISI, destabilize۔

Thank you sir.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: اس طرح آپ defence نہیں کر سکتے ہیں۔ آصف علی زرداری کا نام جو بار بار لیا گیا ہے، جو خوف ان پر طاری ہے، اس کو اس کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جو یہاں موجود نہیں ہیں ان کا نام نہ لیا جائے۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ: نہیں جناب! کیوں نام نہ لیا جائے۔ پورے ملک کو انہوں نے داؤ پر لگایا ہوا ہے اور نام نہ لیا جائے۔ کیا چاہتے ہیں یہ لوگ؟ زرداری کے نام پر ان کو اتنا اعتراض کیوں ہے؟ ہم بالکل یہ نام لیں گے۔

جناب چیئرمین: گلشن سعید صاحبہ۔

سینیٹر گلشن سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں آپ کو welcome کہوں گی کہ آپ تشریف لائے ہیں۔ بڑی خوشی ہوئی ہے، کافی عرصہ کے بعد آپ کو دیکھا ہے۔ جناب چیئرمین! میں نے دو Call Attention Notices ڈالے تھے۔ ایک NWFP کے حوالے سے اور ایک انڈیا کے ساتھ ایک contract کیا گیا ہے تھرکول کا، اس کے حوالے سے ہے۔ میرے خیال میں دونوں قومی اہمیت کے issues تھے۔ میں دو دن سے پتہ کر رہی ہوں ان کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ میں یہ آپ کے نوٹس میں لانا چاہتی ہوں۔ آپ کل ذرا اس کو دیکھ لیجیے گا۔

جناب چیئرمین: سیکرٹری صاحب سے رابطہ کریں وہ انشاء اللہ دیکھ لیں گے۔

سینیٹر گلشن سعید: جو تقریر ہو رہی ہے وہ پاکستان کی سلامتی کے حوالے سے ہو رہی ہے۔ میں آج وہ باتیں کروں گی جو کسی تقریر کا حصہ بنے نہ بنے مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ مگر میں جو سمجھتی ہوں وہ بات میں کروں گی۔ جناب والا! میں آپ سے ایک التجاء کروں گی کہ جو اس ہاؤس میں کہا گیا ہے، جو ہماری تجاویز ہیں پاکستان کی سکیورٹی کے معاملے میں، جس چیز سے ہم ڈر رہے ہیں جناب والا! آپ کو as a Chairman اس پر فیصلہ بعد میں ضرور دینا ہے اس دفعہ۔ فیصلہ دینا ہے اور گورنمنٹ کو مجبور کرنا ہے کیونکہ ہماری majority ہے اور ہم جو چاہتے ہیں وہ کروانا چاہتی ہوں۔ ایک بات پر میں بڑی حیران ہوں کیونکہ ابھی میرے ایک بھائی سومرو صاحب وہاں سے چلا چلا کر بول رہے تھے اور ہمیں کہہ رہے تھے کہ جی وہاں پر یہ ہو رہا ہے اور وہ ہو رہا ہے۔ حکومت ان کی ہے اور یہ ہمیں کہتے ہیں۔ بات مجھے ان کی سمجھ نہیں آئی۔ حکومت تو آپ کی ہے۔ جس کے بارے میں یہ خود کہہ رہے ہیں کہ ہماری allied حکومت ہے، جس میں آدھے ممبرز کبھی نظر نہیں آئے، نہ وزیر اور نہ وہ ممبرز کبھی نظر آئے جن کے ساتھ ان کا اتحاد بنا ہوا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ جی ہم کیا کر رہے ہیں؟ کون ہمارا پرائم منسٹر ہے؟ جناب والا! ان کو تو اپنے پرائم منسٹر پر اعتبار نہیں ہے۔ ISI پرائم منسٹر اور منسٹری آف ڈیفنس کے under ہوتی ہے۔ یہ اس ادارے کو تباہ کرنے جا رہے ہیں جو کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ نہیں کرنے دیں گے۔ یہ اچھی طرح جانتے ہوئے کہ ISI اس ملک کی سیکورٹی کا ذمہ دار ادارہ ہے۔ میں آپ کو دو انڈین منسٹرز کے بیانات بتاتی ہوں کہ جنہوں نے چند دن پہلے کہا کہ "را" اور ISI کو بحیرہ عرب میں ڈبو دینا چاہیے۔ را کا انہوں نے تکلفاً نام لیا۔ اصل تکلیف تو ان کو ISI سے ہے۔ کل جناب جاوید اشرف قاضی نے ان کو صحیح صحیح باتیں بتائیں تو اس پر انہوں نے یہ جواب دیا کہ نہیں جی وہ واپس ہو جائے گا، Notification ہو رہا ہے اور ہم نے ISI کو Ministry of Interior کے under نہیں دیا۔ میں ممبر ہوں Ministry of Interior کی Standing Committee کی۔ مجھے پتہ ہے ان کی اوقات کا۔ وہ کیا کر سکتے ہیں اور کیا نہیں کر سکتے ہیں۔ وہ ISI کو کیسے کنٹرول کریں گے؟ یہ اس ملک کو خود برباد کر رہے ہیں اور نام ہمارا لگا رہے

ہیں۔ کیوں؟ میں یہ بات پوچھنا چاہتی ہوں کہ ISI سے ان کو تکلیف کیا ہے؟ پرائم منسٹر صاحب تشریف لائیں۔ ساری باتیں اتنی جھوٹی ہوتی ہیں۔ ہر وقت جھوٹ بولا جاتا ہے کہ جی supremacy of Parliament اور آپ Parliament سے پوچھے بغیر وہاں چلے گئے۔ وہاں جا کر آپ نے پاکستان کی اتنی بے عزتی کرائی۔ آپ کو باتوں کا جواب بھی نہیں آیا۔ انگریزی میں نہیں تو پنجابی میں دے دیتے۔ ہر ملک کے لوگ اپنی زبان میں بات کرتے ہیں۔ انگریزی بولنا کوئی اتنی قابلیت کی بات نہیں ہے۔ پنجابی' اردو اور سرائیکی میں بولیں۔ بات کا جواب تو صحیح دیتے۔ ہمارا وہاں پر اس قدر مذاق اڑایا گیا۔ ہمارا مذاق اڑایا گیا کہ پاکستان کے پرائم منسٹر کو بات کا جواب تک دینا نہیں آتا۔ ۲۵ منٹ کی ملاقات میں ۲۴ منٹ بش بولے اور وہ ایک منٹ بھی نہیں بول سکے۔ تو یہ کیا کرنے گئے تھے وہاں پر۔ کیا تکلیف تھی وہاں پر جانے کی اور کہاں گئی پارلیمنٹ کی supremacy? کہاں سے پوچھا انہوں نے ہم سے کہ میں کیا مشورہ کرکے جاؤں۔ آخر ہم پارلیمنٹ میں بیٹھے ہیں۔ ہمیں تو یہ حکومت والے سمجھتے ہیں۔ ہر وقت الزام ہم پر لگاتے ہیں کہ جی NWFP میں یہ ہو رہا ہے تو آپ کچھ کریں۔ بھئی حکومت آپ کی ہے تو ہمیں کیوں کہہ رہے ہیں۔ میں تو حیران ہوگئی ہوں ان باتوں پر کہ یہ ہمیں کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے ۵ مہینوں سے حکومت جمائی ہوئی ہے۔ آپ بھی تو کوئی تکلیف کریں۔ آج دونوں drawing rooms میں بیٹھے ہوئے ہیں' باہر سے تشریف لائے ہوئے ہیں اور پانچ مہینوں سے مختلف مقامات پر ہیرو اور ہیروئین کی طرح ملتے ہیں اور اس کے بعد کھانا کھا کر چلے جاتے ہیں۔ This is what they do. This is a fact. ساری قوم کے سامنے میں یہ بات کہنے کے لیے تیار ہوں کہ کیا یہ لیڈر ہیں۔ مجھے افسوس ہوتا ہے اس بات کا۔ میں یہ ایک مثال دے رہی ہوں کہ کبھی مری کی پہاڑیوں پر' کبھی سوات کے میدانوں میں' کبھی لاہور کے drawing room میں' کبھی دبئی میں' کبھی لندن میں' کیا یہ لیڈر ہیں ہمارے۔ پھر یہ کیا expect کرتے ہیں۔ ہمیں تو ہمارا کوئی ہمسایہ ہی کھا جائے گا۔ ہماری بات تو سنتے نہیں ہیں۔ ہم نے پانچ سال جو حکومت کی' اس میں یہ کچھ نہیں ہوا جو یہ کرنے جا رہے ہیں اور ہمیں الزام دیتے ہیں۔

جناب والا! سب سے پہلے تو یہ ہے کہ ان دو لیڈروں نے جو دولت لوٹی ہے خدا کے واسطے اس کو وہ واپس لائیں۔ اس کو واپس لائیں اور بنک بھریں تب جا کر حکومت کریں۔ یہ

کشمیر پر جھنڈا گاڑنے کے قابل نہیں ہیں۔ انڈیا کے ساتھ تو ابھی دوستیاں شروع ہیں۔ Most favourite nation کا ان کو درجہ دیا گیا ہے اور کس کی اجازت سے انہیں تھرکول کے لیے سندھ کے اندر آنے کی اجازت دی گئی ہے' یہ بات ان سے پوچھیں۔ کیوں دی گئی ہے؟ ہمارا تو انہوں نے گلا گھونٹا ہوا ہے اور پانی کا ایک قطرہ نہیں دیتے۔ اب جو سارے ملک میں سیلاب آیا ہے لوگ یہ نہیں جانتے کہ یہ سیلاب کیسے آتا ہے۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو وہ ڈیم کے دروازے کھول دیتے ہیں کہ جاؤ اور پاکستان کو برباد کردو۔ آج تک تو کبھی اس طرح کے سیلاب نہیں آئے تھے۔ بارشیں تو پہلے بھی برسات میں ہوتی تھیں۔ یہ وہ nation ہے انڈیا جس کے ساتھ یہ جپھیاں ڈالنا چاہتے ہیں' جس کے ساتھ یہ دوستیاں کرنا چاہتے ہیں' جن کے ساتھ یہ تجارت کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہوں گی کہ آپ اور ہم سارے لوگ اکٹھے ہوجائیں اس چیز کے خلاف کہ NWFP میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو بند کیا جائے کیونکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر آپ نے علم حاصل کرنا ہے تو چین تک جائیں اور انہوں نے ابھی تک سوات میں بچیوں کے 16 مدرسوں کو اڑا دیا ہے۔ وہ بچوں کو تعلیم حاصل نہیں کرنے دیتے۔ یہ کون سے مسلمان ہیں؟ اور یہ کہتے ہیں کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ میں تو کہتی ہوں اب بم تیار رکھنا چاہیے' جو زیادہ بات کرے اس پر بم ماریں۔ آپ امریکہ سے کس وجہ سے ڈرتے ہیں؟ کیا ایران امریکہ سے ڈرتا ہے؟ ہم ایران سے بڑی nation ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہمیں اپنے مفادات پیارے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں حکومت مل جائے اور ہم کھا' پی لیں' پیسا بڑھا لیں' اربوں ڈالر بڑھا لیں' باہر لے جائیں اور بس عیش کریں۔ یہ ہماری leadership ہے۔ افسوسناک leadership ہے۔ میں سوائے قائد اعظم کے اس ملک میں کسی کو لیڈر نہیں مانتی۔ ہاں میں عزت کرتی ہوں شہید ذوالفقار علی بھٹو کی اس لیے کہ انہوں نے atomic programme شروع کروایا تھا۔ جو اس ملک کی خدمت نہیں کرے وہ لیڈر تو کیا ورکر کہلانے کے قابل بھی نہیں ہے۔ یہ ٹی وی والے ہر وقت کہتے رہتے ہیں کہ لیڈران' لیڈران' لیڈران' بھئی کوئی کارنامہ دکھاؤ لیڈروں والا۔ مجھے یہ تو بتاؤ کہ ہم نے کیا کام کیے ہیں۔ ٹی وی پر دیکھیں کہ کیا حالت ہے ملک کی' پانی بہہ رہا ہے' غریب لوگ مر رہے ہیں' ابھی تک فوج نہیں آئی اس لیے کسی نے ان کو بچایا نہیں ہے۔ تین دن سے لاشیں پڑی ہیں۔

فوج آئے گی تو بچائے گی۔ اب جائیں نہ لیڈران اور جا کر بچائیں۔ یہاں بیٹھے lunch کھا رہے ہیں، راجن پور میں جائیں جو پنجاب کے چیف منسٹر بنے پھرتے ہیں۔ وہاں جائیں اور لوگوں کو بچائیں۔ کیوں نہیں بچا رہے؟ کیوں نہیں بچاتے؟

ISI اور IB کو تباہ کرنے کا مطلب ہے اپنی فوج کو تباہ کرنا۔ یہ بات فوج کے خلاف ہے اور میں تو فوج سے کہوں گی کہ جو بھی ایسے لوگ ہیں ان کو بم مارے جائیں۔ ہم نے اسی لیے بم بنائے تھے کہ ہم نے اپنا ملک بچانا ہے۔ اگر ہم بھی مر جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں کوئی ڈر نہیں ہے۔ ہمیں بھی ماریں۔ اگر بغیر بم کے ایران ان کو دھمکا سکتا ہے تو ہم بموں کے ساتھ کیوں نہیں دھمکا سکتے۔ کیا ہم امریکہ سے ڈرتے ہیں۔ امریکہ یہ کردے گا، امریکہ وہ کردے گا۔ کیوں کردے گا۔ آپ خود کمزور ہیں، آپ خود weak ہیں، آپ میں عزت نفس نہیں ہے، آپ میں کوئی رواداری نہیں ہے، آپ ایک قوم نہیں ہیں، آپ ایک بات نہیں سوچتے تو آپ پھر کیا کرتے ہیں؟ آپ کچھ بھی نہیں کرتے، آپ صرف باتیں کرتے ہیں۔ آپ بیٹھیں گے، بولیں گے اور اس کے بعد گھر چلے جائیں گے، پیسے لے کر ہم لوگ جیب میں ڈال لیں گے اور بس کام ختم ہو جائے گا۔ یہی رہ گیا ہے۔ اب آپ نے فیصلہ لینا ہے کہ ISI نے واپس Ministry of Defence میں جانا ہے اور IB کو بھی جانا ہے، کوئی مائی کا لعل فوج کے ساتھ پنگا نہیں لے سکتا۔ فوج ہماری عزت ہے، فوج ہماری حفاظت کرتی ہے اور یہ جو دھمکاتے پھرتے ہیں کہ کراچی میں بربادی کر دیں گے، بالکل ٹھیک کہا الطاف حسین نے، یہ صرف اس لیے کہ کراچی میں جو بیچارے لوگ رہتے ہیں یہ ان کی economy برباد کرنے کی بات کرتے ہیں۔ جتنے پاکستان کے امیر لوگ ہیں میں ان سے التجا کرتی ہوں کہ تھوڑا تھوڑا پیسہ واپس ملک میں لے آئیں، کوئی بات نہیں، دبئی سے پیسہ لے آئیں، فلیٹ بیچ کر لے آئیں اور بینکوں میں لا کر رکھیں تو economy خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ یہاں سب سے زیادہ تو لیڈروں نے لوٹا ہے۔ کہاں سے بنایا اتنا پیسہ۔ حساب دیں یہاں پر۔ یہاں تو کوئی آتا نہیں ہے۔ حساب دیں کہ کہاں سے اتنا پیسہ بنایا۔ اگر اس ملک سے بنایا ہے تو تھوڑا سا لگا بھی دیں۔ وہ بینکوں سے کھایا نہیں جائے گا۔ Deposit بڑھے گا تو خود بخود ہر چیز ٹھیک ہوجائے گی اور برابر ہوجائے گی۔ اس وقت دو ہی چیزیں اہم ہیں ایک سکیورٹی ہے اور ہماری economy ہے، ان کو درست کرنے کا

یہ بالکل صحیح طریقہ ہے ورنہ اپنے آپ کو لیڈر مت کہیں۔ یہ لیڈر نہیں ہیں بلکہ یہ وہ چور اچکے ہیں جو کھا کر باہر بھاگ جاتے ہیں اور دس سال کے بعد پھر واپس آجاتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں۔ میں تو کسی کو لیڈر مانتی ہی نہیں ہوں، سچی جو بات ہے۔ بات سچ ہے، اچھی طرح سے غور کریں ان چیزوں پر کہ کیا یہ ہمارے لیڈر ان ہیں۔ لیڈر ہیں انڈیا کے۔ ذرا سا scandle ہوا اور ادھر ہی استعفیٰ دے دیا۔ چاہے وہ ہندو ہیں، چاہے وہ بتوں کو پوجتے ہیں لیکن وہ بہتر ہیں اپنے ملک کے لیے اور وہ ہر وقت یہی کرتے ہیں کہ پاکستان کو کیسے توڑا جائے اور ہم ان کے ساتھ جپھیاں ڈالتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔

میں نے Foreign Minister کو کہہ کر بھیجا تھا کہ آپ چار مرتبہ جا چکے ہیں، کشمیر تو دور کی بات ہے، بگلیہار ڈیم کا معاملہ حل کریں لیکن جماعت علی شاہ صاحب پھر منہ لے کر واپس آگئے ہیں کہ جی انہوں نے میری بات ہی نہیں مانی۔ وہ کیوں بات مانیں گے آپ کی۔ آپ ان کو ویسے ہی سہولتیں دیتے جاتے ہیں۔ آپ کو باتوں میں لگا کر، چار سال picnic منا کر انہوں نے سارے کشمیر پر باڑ لگا لی۔ اب تو ادھر کوئی "گھس بیٹھیے" بھی نہیں جاتے۔ اب وہ افغانستان اور امریکہ کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف سارا کچھ کر رہے ہیں۔ اگر ہم ایک قوم بن جائیں، اگر ہم ایک سوچ کے لوگ بن جائیں، اگر ہم لوگوں کے ساتھ بے ایمانیاں کرنا چھوڑ دیں اور اپنے ساتھ سچے ہوجائیں تو سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ امریکہ سے کیا ڈرنا، طالبان سے کیا ڈرنا، دو، تین بموں کی مار ہیں، وہ ماریں گے تو کوئی بات نہیں، ویسے بھی تو لوگ مر رہے ہیں، اگر ایسے مریں گے تو کیا فرق پڑتا ہے، عزت سے تو جیئیں گے۔ یہ کیا طریقہ ہے بھئی۔ بم کس لیے بنائے ہیں ہم نے۔ جس طرح وہ ڈراتا ہے، اتنے سے قد کا آدمی ڈراتا ہے، یہ بڑے قدآور بنتے ہیں لیکن اس نے امریکہ کو ڈرایا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ ادھر ایران میں آکر تو دکھائے میں اسی دن اسرائیل کو تباہ نہ کردوں تو دیکھنا۔ ساری قوم اس کے ساتھ ہے۔ یہاں لیڈر ہی کوئی نہیں ہے۔ یہاں لیڈر بنتے ہیں drawing rooms میں، وہاں ڈرے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی سکیورٹی ہے اور ان کے ساتھ چھ چھ لوگ ہیں اور آگے پیچھے گاڑیاں ہیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ جو پہلے لیڈر تھے وہ بہت اچھے تھے۔ میں کسی کو کچھ نہیں کہتی مگر یہ اپنے آپ کو لیڈر نہ کہیں۔ یہ اپنے آپ کو وہ لوگ کہیں جن کو موقع ملتا ہے لوگوں کو بے وقوف بنانے کا،

nation ہی بے وقوف ہے' ووٹ دینے چل پڑتی ہے۔ 5% ووٹ نہیں پڑتا لیکن وہاں پر ڈبوں میں 25% بن جاتا ہے۔ وہ بے ایمانیاں کرکے بن جاتے ہیں۔ کوئی ووٹ نہیں دیتا' میں نے کسی کو ووٹ دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں سیاست میں پچھلے 15 سالوں سے یہی دیکھ رہی ہوں' کوئی ووٹ نہیں دیتا۔ یہ سب ڈرامہ ہے۔ یہ سب ایک کلاس کا ڈرامہ ہے جو لوٹتی جا رہی ہے' لوٹتی جا رہی ہے' لوٹتی جا رہی ہے' اب گلے تک آگئے ہیں' جب لوگ ہمارے شہروں پر حملے کرنے لگ گئے ہیں' شہروں کو لوٹنے لگ گئے ہیں' اب کہتے ہیں کہ سکیورٹی کا معاملہ ہے اور ہمیں بچاؤ۔ بھئی بم مارو ان پر جو آپ کے ملک میں داخل ہو۔ کیوں اس لیے کہ فوج کو بدنام کرو' ISI کو بدنام کرو تاکہ فوج بھی کچھ نہ کر سکے۔ اب اگر کسی نے فوج کی یا ISI کی بات کی' جناب والا! آپ نے ruling دینی ہے کہ ISI واپس Ministry of Defence کے under جائے اور وزیراعظم کو یہاں پر call کریں' وہ کیوں نہیں آتے۔ وہ سینیٹ کو تو کچھ نہیں سمجھتے۔ وہ آج تک یہاں پر نہیں آئے۔ وہ کیوں نہیں آئے۔ انہوں نے پانچ مہینوں میں ہمیں اپنی شکل نہیں دکھائی۔ ہم نے ان کی بڑی عزت کی ہے' ہمیں کھانے پر بلایا' ہم چلے گئے تھے' ہم نے سوچا کہ ہم ان کے ساتھ مل جل کر حکومت کریں گے۔ میری طرف سے وہ دس سال حکومت کریں لیکن ملک کو بچا کر کوئی نیک کام تو کر کے دکھاؤ بھئی۔ ہمیں کہتے ہیں کہ آپ بچائیں۔ حکومت چھوڑ دیں تو ہم بچا لیتے ہیں۔ آپ لوگ کس لیے ہیں۔ یہاں پر دو بڑی پارٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں جو اس وقت lunch کھا رہی ہیں' جائیں اور ان کو کہیں کہ ملک کو بچائیں۔ کیوں نہیں بچاتے۔ مہربانی' شکریہ۔

جناب چیئرمین: رخسانہ زبیری صاحبہ' سید محمد حسین' مولانا محمد صالح شاہ صاحب۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: جناب چیئرمین! میری بہن نے کہا ہے کہ پوری nation بے وقوف ہے۔ اگر پوری قوم اتفاق کرتی ہے کہ پوری قوم بے وقوف ہے تو چلنے دیں ورنہ اس کو حذف کرادیں۔

جناب چیئرمین: مولانا صالح شاہ صاحب۔

سینیٹر کلثوم پروین: کیا یہ دو دو منٹ کے بعد کھڑے ہو جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، ہمارے ساتھی ہیں۔ سینیٹر ہیں۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب چیئرمین! یہ ہمارے ساتھی ہیں، ہمارے لیے قابل احترام بھی ہیں، ہمارے دوست بھی ہیں، ان کے لیے ہماری بڑی محبتیں بھی ہیں حالانکہ یہ کام کوئی نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کے لیے اگر پینسل اور کاغذ نہیں ہے تو میں ان کو دے دیتا ہوں۔ یہ بیٹھ کر صبر سے notes بنا لیں اس کے بعد جواب دیں۔ ان کو فکر یہ ہے کہ ابھی اگر کوئی دوسرا وزیر آگیا تو ان کو کوئی اہمیت نہیں ملے گی۔ ان کی فکر یہ ہے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ یہ لیبل اپنے اوپر لگائے رکھیں لیکن پوری قوم کو اس سے مستثنیٰ رکھیں۔ یہ لیبل ان کو مبارک ہو ہم یہ لیبل ان سے چھیننا نہیں چاہتے۔

جناب چیئرمین: شکریہ، مولانا صالح شاہ صاحب۔

سینیٹر کلثوم پروین: میں آپ کو بے وقوف نہیں کہہ رہی ہوں۔ میں کہہ رہی ہوں کہ لیڈر vision کے ساتھ ہوتے ہیں۔ لیڈر ہے ہی کوئی نہیں، اس میں غلط بات کون سی ہے۔ میں بھی بے وقوف اور آپ بھی بے وقوف بن رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: مولانا صالح شاہ صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد صالح شاہ قریشی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔(عربی) جناب چیئرمین! خارجہ پالیسی کے متعلق میں کچھ معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی سات آٹھ سالوں سے نہیں ہے۔ ہمارے ملک پاکستان کے مختلف ادارے سات آٹھ سالوں سے نہیں آرہے بلکہ سالہا سال سے پاکستان کی خارجہ پالیسی اور داخلہ پالیسی بنا رہے ہیں۔ جناب والا! سات آٹھ سال سے لے کر آج تک ہماری خارجہ پالیسی ایک لفظ، ایک بدنما اسم، ایک جعلی اور بے بنیاد اسم دہشت گردی کے گرد گھومتی ہے۔ جناب چیئرمین! گزشتہ آٹھ سالوں سے ہماری خارجہ پالیسی کا محور، ہماری خارجہ پالیسی کا معیار اور نقطہ نظر بس یہی ایک دہشت گردی کا مجموعہ لفظ بنا ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمارے پاکستان کو نہایت اچھی اور امتیازی

صفات سے نوازا ہے۔ پاکستان ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ جناب چیئرمین! پاکستان میں دینی اور اسلامی شعائر اسلام کے ساتھ ساتھ، مسجدیں، خانقاہیں اور اولیاء اللہ کے مقابر ہیں۔ یہ اولیا کی سرزمین ہے۔ ہمارے پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے زرخیزی سے نوازا ہے۔ جناب چیئرمین! میں خارجہ پالیسی کے بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آٹھ سالوں سے میں یہی لفظ سن رہا ہوں اور آپ کے دماغ میں اور اس ہاؤس کے دماغ میں، پوری قوم کے دماغ میں یہی ایک لفظ ذریعہ استحصال بن کر آرہا ہے۔ اگر ہمارے صدر صاحب پاکستان سے باہر قدم رکھتے ہیں تو سب سے پہلا لفظ ان کے منہ سے جو نکلتا ہے وہ دہشت گردی کا لفظ ہے۔ اسی طرح آج کے دور میں ہمارے وزیراعظم صاحب اور ہمارے خارجہ منسٹر صاحب بھی اس لفظ سے پاکستان کو یاد کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں ایک ہمدردانہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کے علاوہ کوئی ایسی امتیازی صفت، کوئی ایسی مرغوب صفت اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نہیں دی جس سے ہم اپنے ملک کا ذکر کر سکیں۔

جناب چیئرمین! میں نہایت مودبانہ انداز سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے جتنے اکابرین ہیں، صدرِ مملکت، وزیراعظم صاحب، وزیر خارجہ صاحب اور دیگر حضرات جو پاکستان کی ترجمانی کی خاطر باہر جا رہے ہیں ان حضرات سے میری یہ گزارش ہے کہ پاکستان کو آئندہ کے لیے، پاکستان کے مقاصد کی دہشت گردی کے لفظ سے ابتدا نہ کی جائے۔ جناب چیئرمین! آٹھ سال پہلے پاکستان کی خارجہ پالیسی کیا تھی۔ اس وقت پاکستان کی جو مرغوب صفتیں تھیں، پاکستان کی جو قابل ستائش صفات تھیں، ان کو یاد کیا جانا چاہیے۔ انہی صفات سے پاکستان کو یاد کیا جانا چاہیے۔ جناب چیئرمین! آج ہمارے صدر محترم، ہمارے وزیراعظم صاحب پاکستان کے تمدن کے بارے میں، پاکستان کے حصول کے لیے جو دہشت گردی کا لفظ استعمال کر رہے ہیں میرے اندازے کے مطابق یہ بہتر نہیں ہے۔ پاکستان میں کچھ ایسی صفات ہیں جن کو ہم نے نظر انداز کیا ہوا ہے۔ میری گزارش یہ ہے، میری درخواست یہ ہے کہ پاکستان کو دہشت گردی کے لفظ سے یاد نہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین! پاکستان نے 23 لاکھ افغان مہاجرین کو پناہ دی بلکہ شاید یہ اس سے بھی زیادہ ہوں۔ اس سے پہلے اس سے بھی زیادہ تھے۔ یہ واحد ملک ہے جس میں لامحدود انداز میں

افغان مہاجرین کو پناہ دی گئی۔ جناب چیئرمین! یہ اسلامی دنیا میں واحد ایٹمی ملک ہے لہذا میں اپنے وقت کا خیال رکھتے ہوئے یہ گزارش، یہ درخواست اختصار کے ساتھ، امتیاز کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خدانخواستہ ہم تو بڑے بڑے آقاؤں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ امریکہ سپر پاور بنا ہوا ہے لیکن ایسے ہو سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم سے ناراض ہو کر، جس دہشت گردی کی مصیبت میں پاکستان پھنسا ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسی مصیبت میں، اسی عذاب میں پاکستان کو مزید مبتلا کر دے اور پریشان کن حالات میں مبتلا رکھے کہ پھر ان مسائل کا حل ہمارے پاس نہ ہو۔

جناب چیئرمین صاحب! اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے پاکستان کو ایک استقلال دیا ہے، استقامت دی ہے۔ احتیاج تو ہر ملک کا ہوتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ امریکہ سپرپاور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ محتاج نہیں ہے۔ محتاج وہ ہم سے زیادہ ہے۔ ہم دینی کتابوں میں دیکھ رہے ہیں کہ جتنے بڑے بڑے مالدار ہوتے ہیں وہ زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔ جتنے غریب اور نادار ہوتے ہیں ان کا احتیاج مالداروں سے نسبتاً کم ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! ایک تو میری خارجہ پالیسی کے بارے میں یہی گزارش ہے کہ آئندہ کے لیے ہمارے وزیر صاحب یا صدر صاحب یا دیگر جو ذمہ دار حضرات پاکستان کی ترجمانی کے لیے ملک سے باہر جاتے ہیں تو وہ اس لفظ کو ہمیشہ کے لیے استعمال نہ کریں۔ یہ ہمارے استقلال اور ہماری استقامت کے لیے خطرات کے مترادف ہے۔

جناب چیئرمین! امن و امان کے بارے میں، میں اس ہاؤس کے سامنے چند تجاویز عرض کرنا چاہتا ہوں۔ صوبہ سرحد میں عموماً اور قبائل میں خصوصاً جو قتل و غارت اور تباہی و بربادی تین سالوں سے مسلسل آ رہی ہے یہ پاکستان کی سلامتی کے خلاف ہے اور پاکستان کے لیے خطرات کی گھنٹیوں کی آواز ہے اور ہم اس کو خاموش تماشائی بن کر دیکھ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! امن و امان کے بارے میں، میں نے پہلے بھی بارہا اس ہاؤس کی وساطت سے یہ تجویز پیش کی ہے کہ یہ کیا مصیبت ہے اور یہ کیا راز ہے؟ اس راز کو اس ہاؤس کے سامنے لانا چاہیے۔ اس سے پہلے جو مذاکرات ہو رہے تھے وہ عمائدین اور اکابرین کی وساطت سے ہو رہے تھے۔ آج کل جو مذاکرات خفیہ ایجنسیوں کی وساطت سے ہو رہے ہیں اور اس کے

علاوہ ایسے نااہل لوگوں کی وساطت سے مذاکرات ہو رہے ہیں جن کے بارے میں، میں یہ کہہ سکتا ہوں اور یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ ان لوگوں کو ہمارے قبائل کی روایات اور ثقافت کی ابجد سے بھی آگاہی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! میں آج ادب کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امن و امان کے قیام کے لیے طاقت کا استعمال نہ کیا جائے۔ جتنی تباہی و بربادی پاکستانی قوم اور پاکستانی فوج کی ہو رہی ہے یہ درحقیقت ہمارے پاکستان کی ہے۔ آج سوات میں کیا حالات ہیں؟ اس سے پہلے ہمارے ساؤتھ، نارتھ وزیرستان اور دیگر قبائل میں بد سے بدتر حالات تھے۔ طاقت کے استعمال کا سلسلہ اگر اسی طرح جاری رہا تو میں یقین سے یہ بات اس ہاؤس کے سامنے کہتا ہوں کہ کل ہمارے اسلام آباد کی خیر نہیں ہوگی، پنجاب کی بھی خیر نہیں ہوگی، سندھ اور بلوچستان کی بھی خیر نہیں ہوگی۔ لہٰذا جناب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں کے مسائل کو طاقت کے استعمال سے حل نہ کیا جائے بلکہ ان کو مذاکرات کی وساطت سے، افہام وتفہیم سے حل کیا جائے۔ یہ مذاکرات اور افہام وتفہیم ایسے افراد اور ایسے بندوں کی وساطت سے ہوں جن میں یہ استعداد ہو کہ وہ مذاکرات کرنے کے قابل ہوں۔

اس سلسلے میں، میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا تھا کہ ہمارے parliamentarians حضرات خواہ یہ حزب اقتدار سے ہوں یا حزب اختلاف سے ہوں یہ سارے ملک کے وفادار ہیں۔ یہ نہیں کہ اپوزیشن والے ملک کے وفادار نہیں ہیں۔ کل ہم اسی اپوزیشن میں تھے۔ ملک کی وفاداری کے دعوے دار تھے۔ آج بھی اس ملک کی وفاداری کے دعوے دار ہیں۔ یہ جو حضرات کل اقتدار میں تھے اور ملک کی وفاداری کے دعوے دار تھے آج بھی وہی لوگ اگرچہ اپوزیشن میں ہیں وہ اس ملک کی وفاداری سے انکار نہیں کر سکتے۔ یہ اپوزیشن ہمارے ملک کی وفادار آج بھی ہے لہٰذا میں نے بارہا اس تجویز کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ آج پھر میں اس تجویز کو آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ انہی مذاکرات کو parliamentarians کی وساطت سے شروع کریں اور ان مسائل کو حل کریں۔ مجھے اس سلسلے میں ابھی تک جواب نہیں ملا اور نہ ہی کوئی مثبت اشارہ ملا ہے کہ یہ حکومت وقت اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے یا اس بات کو سننے کے لیے تیار کیوں نہیں ہے، اس میں قباحت کیا ہے؟ اس میں رکاوٹ کیا ہے؟ کیا اراکین پارلیمنٹ

میں استعداد نہیں ہے ؟ جناب یہ تو پاکستان کی شوریٰ کے اراکین ہیں' ایوان بالا کے اراکین ہیں' ایوان زیریں کے اراکین ہیں۔ یہ تو پاکستان کے مستقبل کو بہتر کرنے والے اراکین ہیں۔ جب پورے ملک کے فیصلے کرنے کی استعداد ان حضرات میں موجود ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ استعداد ان میں رکھی ہے تو کیا وجوہات ہیں کہ آج تک حکومت اس پر خاموش ہے اور ہمیں اشارتاً بھی یہ جواب نہیں دیا جاتا کہ وہ اراکین پارلیمنٹ سے مذاکرات کی خدمات کیوں نہیں لیتے۔

جناب چیئرمین ! ایک تو امن و امان کے بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اراکین پارلیمنٹ کو ان مذاکرات میں' اس افہام و تفہیم میں ضرور استعمال کیا جائے اور ان کی خدمات سے ہم ضرور استفادہ لیں ۔ نمبر دو جناب چیئرمین صاحب----

جناب چیئرمین :وقت کا خیال رکھیے جی۔ مختصر کر دیجئے کیوں کہ اور بھی حضرات ہیں۔

سینیٹر مولانا محمد صالح شاہ قریشی : جی میں وقت کا خیال رکھوں گا اور مختصر کروں گا۔ جناب چیئرمین صاحب! اس ہاؤس میں مختلف نظریات کے حضرات تشریف فرما ہیں۔ کبھی کبھی ہم حامد کرزئی کے بارے میں مخالفانہ انداز میں سن رہے ہیں اور کبھی کبھی ان کی حمایت میں بھی الفاظ سن رہے ہیں۔ پاکستان کے لیے سوچ اور اس کی سالمیت کے بارے میں سوچنا ہمارا فرض ہے۔ حامد کرزئی ہمارے پاکستان کے خیرخواہ نہیں۔ وہ بذات خود کتنا ہی بہتر اور اچھا آدمی کیوں نہ ہو لیکن وہ ہمارے ملک کا اور ہمارے پاکستان کا خیرخواہ نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح انڈین حکومت ہمارے پاکستان کی خیرخواہ نہیں ہوسکتی۔ حامد کرزئی کا معیار بھی یہی ہے ۔ جناب چیئرمین صاحب ! حامد کرزئی صاحب کی طرف سے پاکستان کے خلاف پروپیگنڈے کی باتیں ہم سن رہے ہیں۔ میڈیا پر ان کی باتیں آ رہی ہیں' ان کے نظریات آ رہے ہیں۔ میں اس سلسلے میں اپنے ہاؤس کے ساتھیوں کے سامنے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کسی کی قیادت پر اعتراض کرنا بھی اچھی عادت نہیں ہے۔ اگر میں کسی کی قیادت پر اعتراض کروں تو وہ بھی میری قیادت پر اعتراض کرے گا۔ نظریات تو تمام لوگوں کے مختلف ہیں۔ ہمارے قبائل خصوصاً جن پریشانیوں سے دو چار ہیں' اس میں جنوری اور فروری میں ہمارے South

Waziristan میں operation ہوا ہے۔ اس میں ہم نے 12 رکنی کمیٹی تشکیل دی۔ جناب چیئرمین! political administration اور تمام محکموں کے افسران ISI, IB والے اور ہمارے قومی عمائدین بھی اس کمیٹی میں شریک تھے۔ جناب چیئرمین! بارہ رکنی کمیٹی نے ڈیڑھ ماہ کے بعد survey report پیش کی تو تین ارب بیس کروڑ کا تقریباً نقصان انہوں نے اپنے ریکارڈ میں لکھا ہے۔ وہ survey report ہم نے وزیر داخلہ ملک رحمان صاحب کو پشاور میں پیش کی۔ جناب چیئرمین صاحب اس House کی وساطت سے میں مطالبہ کروں گا کہ جتنا نقصان South Waziristan میں ہو چکا ہے اس کا معاوضہ جلد از جلد دیا جائے اور ہمارے وزیر داخلہ صاحب نے وہاں Governor House میں پانچ ہزار خیموں کا اعلان کیا تھا۔ تاحال دو ہزار خیمے وہاں پہنچ چکے ہیں اور تین ہزار خیموں کے انتظار میں ہیں۔ میں اس House کی وساطت سے وزیر اعظم صاحب اور مشیر داخلہ صاحب سے یہ مطالبہ کروں گا کہ سیلاب کی وجہ سے جتنے نقصانات ہو چکے ہیں ان کا جلد از جلد معاوضہ دیا جائے اور باقی خیمے جو رہ گئے ہیں اور جو مکانات سیلاب کی وجہ سے زمین بوس اور ملیا میٹ ہو گئے ہیں ان کے لئے بھی خیموں کا بندوبست جلد از جلد کیا جائے تا کہ لوگوں کی جو پریشانیاں اور نفرتیں ہیں ان کا کچھ نہ کچھ ازالہ ہو سکے۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Mr. Saleem Saifullah Khan.

(Interruption)

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میرے خیال میں جو پروفیسر صاحب فرما رہے ہیں میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ عدم دلچسپی حکومت وقت کی Treasury Benches سے نظر آ رہی ہے۔ جناب چیئرمین! حقیقت یہ ہے کہ جو آج کل کے حالات ہیں، جو حالات آپ نے پیدا کئے، ہم نے پیدا کئے جس نے بھی پیدا کئے، بنیادی بات یہ ہے کہ اس وقت جو ملک کے حالات ہیں وہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ آپ کی پارلیمنٹ اور خاص کر ایک ایسی جماعت جو برسر اقتدار ہے وہ Supremacy of Parliament کی بات کرتی ہے، مجھے حیرانی ہے جناب چیئرمین! کہ سینیٹ کو بھی ہم بلاتے ہیں، ان کو پارلیمنٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ Session ہم requisition کرتے ہیں۔ ملک میں آگ لگی

ہوئی ہے۔ میرے صوبے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ پورے پاکستان میں جو حالات ہیں لیکن ہم اس ایوان کو بلانا گوارا نہیں کرتے۔ آپ کے پاس، اگر وسائل بھی نہیں ہیں اس ایوان کو چلانے کے لئے، تو میں یہ کہتا ہوں کہ کم از کم ہم opposition والے بغیر تنخواہ یہاں بیٹھ کر اپنی قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ کل ہمارے Leader of the House نے بڑی جذباتی تقریر کی۔ جب opposition میں ہوتے تھے تو جذباتی تقریریں بھی کرتے تھے اور جب اس طرف چلے جاتے ہیں تو میں چاہوں گا کہ ہمارے جو archives ہیں اس سے Leader of the House کی تقاریر نکالی جائیں۔ اگر کوئی معمولی بات ہوتی تھی Tribal Areas میں تو یہاں واویلا مچ جاتا تھا۔ آج شمالی علاقہ جات میں کیا ہور رہا ہے؟ آج سوات میں کیا ہو رہا ہے کہ روزانہ سو آدمی وہاں پر شہید ہو رہے ہیں۔ آج آپ غربت کی بات کرتے ہیں لوگ خودکشی کر رہے ہیں۔ آج کیا حالات ہیں؟ کیا آپ کو علم نہیں ہے۔ انگریزی میں کہتے ہیں: "Ignorance is bliss". میرے خیال میں The sitting Government, Mr. Chairman is suffering from ignorance is bliss. آج S.M.Zafar Sahib نے فرمایا کہ آپ نے وعدے تو کچھ اور کئے کہ Judges کو بحال کیا جائے گا، کب بحال کیا جائے گا؟

جناب چیئرمین! ضیاء الحق کے زمانے میں بات ہو رہی تھی کہ شریعت آ رہی ہے تو ایک صاحب نے اٹھ کر کہا کہ بھائی یہ شریعت پیدل آ رہی ہے، سائیکل پر آ رہی ہے، تانگے پر آ رہی ہے، اس ملک میں کب آئے گی؟ تو یہ Judges کا معاملہ آیا ہے۔ آپ پیدل اس کو حل کرنا چاہتے ہیں؟ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ قوم سے آپ نے وعدہ کیا ہے۔ جناب چیئرمین! ہم سے آپ کیا گلہ کریں، آپ تو آپس میں ایک دوسرے سے گلہ کر رہے ہیں۔ آج آپ کو ایک دوسرے پر اعتماد نہیں ہے۔ آج صوبائی حکومت کہتی ہے کہ ہم سے تو پوچھا نہیں جاتا۔ سوات میں operation ہوتا ہے اور آج بریگیڈیر صاحب فرماتے ہیں کہ بھائی ہم تو حکومت وقت، حکومت صوبہ سرحد کے کہنے پہ آئے ہوئے ہیں اور جو operation ہم کر رہے ہیں، ہمیں حکومت نے کہا ہے اور ہماری وہاں جو حکومت ہے وہ کہتی ہے کہ ہم سے تو پوچھا ہی نہیں جاتا۔ جب coalition والوں سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم سے تو مشورہ ہی نہیں کیا جاتا۔ ان کے Secretary General تشریف فرما ہیں، جھگڑا صاحب کے بیانات آتے ہیں کہ جی

ہم سے تو پوچھا ہی نہیں جاتا۔ جب آپ کا آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں تو قوم کا آپ پر کیا اعتماد ہوگا۔ بنیادی سوال تو یہ ہے جناب چیئرمین۔ خدا را ! ذرا اس غریب ملک کا سوچیں۔ آج ہمارے مولانا صاحب تشریف فرما نہیں ہیں جو جمعیت کے امیر ہیں ان کا بیان ہے کہ جی جو کچھ Tribal Areas میں ہو رہا ہے یہ ہمارے مشورے کے بغیر ہو رہا ہے۔ آپ سے پوچھا نہیں جاتا ہے تو کچھ غیرت کریں، حکومت کو چھوڑ دیں۔ دوبارہ اس طرف آ جائیں۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ الحمد للہ ہمارا بھی وقت گزر رہا ہے۔ کہتے ہیں جی ہم President of Pakistan کے خلاف no confidence لائیں گے۔ یہ کریں گے ، وہ کریں گے۔ اس دن جناب چیئرمین ! ایک TV کے پروگرام میں میرے ساتھ PPP and PML (N) والے بھی بیٹھے تھے ۔میں نے کہا کہ میں علم غیب کا دعوٰی نہیں کرتا لیکن تین مہینے کے بعد بھی میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ وہیں پر ہوں گے جہاں پر آج ہیں۔ یہ آپ کا Constitutional package ہے یہ وہیں پر ہوگا جہاں پر آج ہے اور آپ کا صدر پاکستان تین مہینے کے بعد زیادہ مضبوط ہو گا۔

(اس مرحلے پر Deputy Chairman کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

میں نے یہ پیش گوئی کی ہے، کوئی علم غیب کا دعوٰی نہیں کرتا لیکن تین مہینے کے بعد میں پھر اسی Floor of the House پر ہی بات کروں گا۔ آپ کی terrorism پر کیا پالیسی ہے۔ بھئی جب حکومت بنتی ہے ، سال دو سال بعد جب سب کچھ سیکھ لیتے ہیں پھر امریکہ کا دورہ ہوتا ہے۔ وہاں سے بلاوہ آیا ہی نہیں ہے تو فوراً امریکہ جا رہے ہیں۔ وہاں انہوں نے کیا حشر کیا، وہاں جا کر سوائے photo session کے اور کچھ نہیں کیا۔ جناب چیئرمین ! یہ نہیں کہ opposition یہ کہہ رہی ہے۔ Press تو neutral ہے۔آپ روزانہ اخبارات کو دیکھیں کہ وہ اس دورے کے متعلق کیا کہتے ہیں اور جیسے میری بہن نے صحیح فرمایا کہ آپ امریکہ کے سینیٹروں سے تو ملتے رہتے ہیں، آپ کولمبو بھی جاتے ہیں، پتا نہیں کہاں کہاں کے دورے کرتے ہیں، جب آپ کو دبئی بلایا جاتا ہے تو وہاں بھی آپ کو پہنچنا پڑتا ہے۔آپ 48 ممالک کی meeting سے پاکستان واپس نہیں آتے، آپ دبئی بھی چلے جاتے ہیں ۔ گیلانی صاحب ہمارے colleague بھی رہے ہیں۔ جونیجو صاحب کی کابینہ میں ہم دونوں ministers تھے۔

میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں۔ وہ ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یہ بھی گوارا کریں کہ آپ کبھی اس ہاؤس میں بھی تشریف لے آئیں۔ یہ ایوان بالا ہے۔یہاں پر چاروں صوبوں کی برابر کی نمائندگی ہے۔ یہ وہ ادارہ ہے جو شہید ذوالفقار علی بھٹو نے 1973 کے آئین میں بنایا تھا۔ آپ مہربانی کرکے اس کا احترام کرتے ہوئے کبھی کبھی تشریف لائیں اور دیکھیں کہ اس وقت لوگوں کے کیا خیالات ہیں۔

جناب والا! باتیں تو بہت ہیں ۔ ابھی ایس ایم ظفر صاحب نے بھی کہا کہ ہم سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم سے غلطیاں نہیں ہوئی ہیں۔ آج power crisis ہے۔ اس میں ہماری بھی کوتاہی ہے۔ میرے خیال میں ہم میں اتنی ہمت ہونی چاہیے کہ ہم اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کریں۔ آج جو بحران ہے' اس کی ساری ذمہ داری موجودہ حکومت پر ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ ہم نے بھی کوتاہیاں کی ہیں اور اس تیزی سے ہم نے بجلی پیدا نہیں کی جس تیزی سے ہمیں بجلی پیدا کرنی چاہیے تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب چیئرمین! ایک بہت بڑی کوتاہی جو کم از کم میرے ضمیر کو ہمیشہ ملامت کرے گی کیونکہ اس کابینہ میں' میں بھی شامل تھا جس نے National Reconciliation Ordinance پاس کیا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے اور میں آج Opposition کو challenge کرتا ہوں کہ آپ سب سے پہلے اس میں amendment لائیں اور اس NRO کو ختم کریں۔ کیا آپ میں اتنی جرات ہے؟ آپ لائیے ' ہم آپ کا ساتھ دیں گے تا کہ اس کالے قانون کو ختم کریں۔

جناب والا! اس وقت جو اقتصادی حالت ہے' اس کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہوں۔ میں کل کراچی سے آ رہا تھا کہ راستے میں ایک student کا لکھا ہوا article پڑھا ہے کہ پاکستانی روپیہ پچھلے چار مہینے میں 20% devalue ہوا ہے' dollar پہلے 60 روپے کا تھا اور اب 72 روپے کا ہو گیا ہے۔ یہ 20% increase بنتی ہے اور اس 20% کا مطلب ہوا کہ آپ کا قرضہ جو ہے' جو بوجھ ہے' وہ ساڑھے پانچ سو بلین روپے بڑھ گیا ہے۔ یہ پچھلے چار ماہ میں ہوا ہے۔ آپ ہم پر الزامات لگاتے ہیں۔ صرف چار ماہ میں ساڑھے پانچ سو means, 8 to 10 billion dollar اور foreign exchange جو ہم 260/270 million سے تقریباً 15/16 billion پر لے گئے تھے' آج وہ 7/8 billion dollar پر آ گئے ہیں۔ جناب چیئرمین! اگلے دو تین مہینے میں یہ

foreign exchange بھی ختم ہو جائے گا۔ پھر کیا ہوگا؟ آپ کے بجلی گھر کیسے چلیں گے؟ آپ کی گاڑیاں کیسے چلیں گی؟ جناب والا! آپ کی economy بیٹھ جائے گی۔ کیا کوئی اس طرف بھی سوچ رہا ہے یا کوئی کولمبو جا رہا ہے، کوئی چین جا رہا ہے، کوئی دبئی جا رہا ہے اور کوئی لندن جا رہا ہے۔

جناب والا! ایران دنیا کا ایک بڑا oil producing country ہے۔ یہ تیل میں خودکفیل ہے اور تیل export بھی کرتا ہے۔ آج وہاں پر انہوں نے پابندی لگائی ہے۔ انہوں نے 15 litres کی ایک قیمت مقرر کی ہے۔ اگر آپ 15 litres سے زیادہ لیں گے تو اس کی اور قیمت مقرر ہے۔ 30 litres سے زیادہ لیں گے تو اس کی اور قیمت ہے۔ ایران اس سمت میں ایک قدم اٹھا رہا ہے اور یہاں پر ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارے اخراجات کی حالت یہ ہے کہ ایک دن پارلیمنٹ ہاؤس میں ہماری ایک meeting تھی، اوپر سے بارش ہو رہی تھی اور یہاں فوارے چل رہے تھے۔ میں نے کہا کہ خدا را! عوام کے لیے تو بجلی بند ہے اور یہاں پر ہم بارش میں بھی فوارے چلا رہے ہیں۔ کم از کم اس فوارے کو تو بند کریں۔ کسی نے اسے بند کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔

Sir, it is said that people of Pakistan have started shifting their investments to Dubai and Gulf States. It is estimated that 16 million dollar per week, I think, it is more than this, according to this article 15 million dollar per week is moving outside Pakistan.

آپ کی Stock Market ہے، ہم اسے ساڑھے پندرہ ہزار points پر چھوڑ گئے تھے اور آج یہ دس ہزار points سے نیچے آ گئی ہے۔

میرے صوبے میں کیا حالات ہیں؟ میرے پشاور میں کیا حالات ہیں؟ ہمارے جنوبی اضلاع کے کیا حالات ہیں؟ ہمارا سوات جو اس ملک کا حسین ترین علاقہ تھا، آج وہاں پر آگ لگی ہوئی ہے۔ حکومت وقت کیا کر رہی ہے۔ آپ کی کیا پالیسی ہے؟ آپ پالیسی لائیں اور اسے ان ایوانوں میں discuss کریں۔ یہ ایوان کس لیے ہیں؟ یہ اس لیے نہیں ہے کہ ہم صرف صبح اخبارات کی زینت بن جائیں۔ جناب والا! یہاں پر پالیسیاں لائیں کہ آپ کی کیا پالیسیاں ہے۔

آپ کی امریکی پالیسی ہے' اسے لائیں' ہم اس پر آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔ میں نے پیپلز پارٹی کے ایک دوست سے بات کی ۔ میں نے کہا کہ آپ کچھ کہہ دیں کہ گیلانی صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور وہ امریکہ نہیں آ سکتے۔ یعنی آپ امریکہ کو کچھ تو پیغام بھیجیں کہ ہماری عزت نفس ہے۔ اس نے کہا کہ ارے بابا! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں ۔ امریکہ ایک سپر پاور ہے اور ہم امریکہ کے بغیر کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ امریکہ جانا تو بہت ضروری ہے۔ ایک طرف ایک بات کرتے ہیں لیکن کرتے کچھ اور ہیں۔ جناب والا! یہ ایک المیہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے کتنا اچھا ملک دیا' کتنا عظیم ملک دیا ہے' کتنا عظیم لیڈر حضرت قائد اعظم محمد علی جناح دیا ہے لیکن آج ہم کہاں پر ہیں۔ سردار بہادر مرحوم جو اپوزیشن کے لیڈر تھے' مجھے آج ان کا ایک شعر یاد آ رہا ہے کہ

"ہر شاخ پر اُلو بیٹھا ہے' انجام گلستان کیا ہو گا"

میرے دوست برا نہ مانیں' یہاں میرے دوست حمید اللہ آفریدی بھی بیٹھے ہوئے ہیں لیکن یہی انسان کہہ سکتا ہے کہ "ہر شاخ پر اُلو بیٹھا ہے' انجام گلستان کیا ہو گا"۔ خدا را! اس ملک پر رحم کریں۔ مہربانی کریں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ corrupt تھی۔ میں آپ کو challenge کرتا ہوں۔ آپ یہاں کوئی ایسا کیس سامنے لائیں کہ کون سی corruption ہم نے کی ہے۔ آپ عوام کو بتائیں کہ ہم نے یہ' یہ corruption کی ہے۔ ہم آپ کو challenge کرتے ہیں اور میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آج جتنی corruption اس ملک میں ہو رہی ہے شاید ہی کبھی پہلے اتنی ہوئی ہو۔

جناب چیئرمین! میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں ۔ کل مجھ سے کسی نے پوچھا کہ صدر پاکستان نے round table conference کی بات کی ہے۔ کل ہم ادھر تھے اور آج ہم یہاں ہیں۔ کل آپ لوگ پھر ادھر آئیں گے اور ہم ادھر ہوں گے۔ This is a musical chair's game جو بچے بھی کھیلتے ہیں۔ جب music بند ہو جاتا ہے تو آدمی بیٹھ جاتے ہیں۔ The opposition of today is the government of tomorrow and the government of today is the opposition of tomorrow. یہ کسی کی میراث نہیں' جائیداد نہیں ہے۔ آپ مہربانی کریں ۔ آج مسئلے اتنے زیادہ ہیں' مسئلے اتنے گھمبیر ہیں کہ ان پر سب پارٹیوں کی

ایک کانفرنس بلائیے اور ان سے پوچھئیے کہ آج ہم کیا کریں۔ کیا رخ اختیار کریں۔ آپ کی کیا تجاویز ہیں۔ ہم بھی پاکستانی ہیں۔ ہم آپ کی پاکستانیت پر شک کرتے ہیں اور نہ آپ کو ہم پر شک کرنا چاہئیے۔ آئیے جس دلدل میں ہم آج پھنسے ہوئے ہیں، مل بیٹھ کر اس دلدل سے نکلنے کی کوشش کریں ۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، جناب سلیم سیف اللہ صاحب۔

Mr. Ilyas Bilour Sahib is not around. I think, he is not here. ان کے بعد انور بھنڈر صاحب کا نام ہے۔ اس سے پہلے سلیم سیف اللہ تقریر کر رہے تھے، اس دوران انہوں نے سوات کی خوبصورتی کی بات کی تھی۔ سوات کی خوبصورتی کے ساتھ تو وہی ہوا ہے جیسے کوئی نوجوان کسی دوشیزہ سے عشق کرے اور وہاں سے اسے response نہ ملے تو پھر اس کے چہرے پر acid پھینک دے۔ اس علاقے پر acid پھینک دیا گیا ہے۔ آپ نے کہا کہ یہاں سے کوئی پیغام جانا چاہئیے۔ کوئی اچھا سا S.O آئے گا، کہہ دے گا کہ Sir, Rules of Procedure and Conduct of Business کے تحت امریکہ کو پیغام نہیں دیا جاتا ہے، امریکہ سے instructions لی جاتی ہیں۔ ہمارا یہ problem ہے۔ Mr. Bhinder Sahib, please take the floor.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس موضوع پر گفتگو کا موقع عطا فرمایا۔ میں بہت دیر سے منتظر تھا لیکن بالآخر باری آ ہی گئی اور اس موضوع پر گفتگو شروع کرنے سے پیشتر میں یہ عرض کرتا جاؤں کہ یہ معاملہ جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں اور آج جو حالات ہیں، یہ یقیناً بہت ہی تشویشناک موضوع ہے ۔اس پر جتنی سنجیدگی کے ساتھ، جتنی گہری تشویش کے ساتھ، جتنے غور و فکر کے ساتھ ہم بحث کریں وہ کم ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ صرف یہ معاملہ بحث تک محدود نہیں رہنا چاہیئے، بلکہ ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں ان کے حل بھی تجویز کرنے ہوں گے۔ ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اگر تنقید بھی کرتے ہیں، اگر حالات کا جائزہ بھی لیتے ہیں، اگر حالات کو مدنظر رکھتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم کچھ حل بھی پیش کریں تاکہ ان پر عمل درآمد ہو، ملک ان حالات سے نکل سکے

اور اپنی بقا اور سلامتی کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔

جناب والا! آج جو صورت حال ہے، جو سوات میں ہو رہا ہے، جو فرنٹیئر میں ہو رہا ہے، جنوبی وزیرستان میں ہو رہا ہے، بلوچستان میں ہو رہا ہے، ان تمام معاملات کو اگر مدنظر رکھا جائے تو ہم یقینی طور پر دہشت گردی کی زد میں آئے ہوئے ہیں۔ جناب! چند سال پہلے جب دہشت گردی کا لفظ استعمال ہوتا تھا تو جموں کشمیر میں جانے والے مہاجرین کو ہندوستان کہتا تھا کہ یہاں وہ دہشت گرد ہیں یا جب افغانستان میں جنگ لڑی جاتی تھی اور مجاہدین جاتے تھے تو دوسرے لوگ ان کو دہشت گرد کہتے تھے لیکن شومئی قسمت کہ آج پاکستان میں جو لوگ دہشت گردی پھیلا رہے ہیں، وہ دہشت گرد موجود ہیں اور جناب! کیا حالات ہیں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو مار رہا ہے۔ یہ دہشت گردی کی انتہا ہے اور کوئی مذہب بھی اس کی اجازت نہیں دیتا اور خاص طور پر اسلام تو اس کی پرزور مذمت بھی کرتا ہے اور منع بھی کرتا ہے۔ اس لیے جناب والا! میں یہ عرض کروں کہ دہشت گردی اس وقت پاکستان میں اپنے عروج پر ہے اور دہشت گردی کے سوا میں اسے کچھ نہیں کہوں گا، میں اسے کوئی اور نام دینے کے لیے تیار نہیں ہوں، سوائے اس بات کے کہ پاکستان کو destabilize کرنے کے لیے یہ game کھیلی جا رہی ہے اور جناب والا! ہمیں اس بات کا احساس بھی ہونا چاہیے کہ یہ صرف اندرون ملک نہیں ہے، اس میں بیرونی ہاتھ بھی موجود ہیں۔ اس میں اگر بیرونی ہاتھ نہ ہوتے تو دہشت گردی یہ رخ اختیار نہ کرتی۔ اتنا magnitude اس کا نہ ہوتا اور یہ دہشت گردی اس حد تک پاکستان میں نہ پھیلتی۔ یقیناً پاکستان کو destabilize کرنے کے لیے نعوذ باللہ جو پاکستان کو توڑنا چاہتے ہیں، جو پاکستان کی بقا نہیں چاہتے، جو پاکستان میں استحکام نہیں چاہتے، وہ لوگ اس کے پس پشت ہیں اور وہ لوگ اس کو ہوا دے رہے ہیں۔ اس میں ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ ہم کس طرح اس سے نکلیں۔ جب ہماری حکومت تھی، پاکستان مسلم لیگ کی حکومت تھی تو کہا جاتا تھا کہ دہشت گردی کو یہ روکتے نہیں ہیں۔ جناب والا! اس دور میں ایک وقت پاکستان پر ایسا آیا کہ جب اس کو دہشت گرد ملک قرار دینے کے لیے ہندوستان بڑی کوشش کر رہا تھا، لیکن یہ اس وقت کی قیادت کا کریڈٹ تھا کہ اس وقت بھی اور آج تک ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا اور وہ اسے declare نہیں کرا سکے لیکن اس کے باوجود جناب! آج یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ

یہ دہشت گردی موجود ہے اور ہمیں دیکھنا ہو گا کہ اس دہشت گردی کو ہم کس طرح سے کم کر سکتے ہیں اور ہم پاکستان کی stability کے لیے اور پاکستان میں ان لوگوں کے ان عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے، جو state stability کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور پاکستان میں instability لانا چاہتے ہیں، ان سے کیسے نبٹا جائے گا۔ پاکستان کے لیے اس وقت لمحہ فکریہ ہے۔پاکستان کےلیے اس وقت سوچ کا مقام ہے اور ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہم اس چیز کو کیسے defend کر سکتے ہیں۔

جناب والا! ہمیں احساس ہے اور مجھے معلوم ہے کہ پاکستان ایک نیوکلیئر پاور ہے۔ پاکستان میں اگر کسی وقت بھی جنگ چھڑی اور کسی وقت بھی جنگ شروع ہوئی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ نہ صرف پاکستان، بلکہ یہ تمام زیجن اس سے محفوظ نہیں رہے گا۔ سب کے لیے خطرہ ہو گا۔ اس لیےہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کہیں یہ لعنت بڑھتے بڑھتے اس طرف نہ لے جائے کہ ہمیں اس جنگ میں جانا پڑے۔ اس کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں اس کا بھی دفاع کرنا ہے اور اس کو بھی دیکھنا ہے کہ حالات اس طرف نہ چلے جائیں اور ان حالات کے لیے ہم نے سارے حالات کو دیکھنا ہے لیکن جناب والا! افسوس کے ساتھ یہ ضرور کہنا پڑتا ہے کہ کم از کم ہمارے گزشتہ دور سے موجودہ دور کا مقابلہ کر لیجیے، اس کا مقابلہ کر لیجیے، ہر روز کی دہشت گردی کا مقابلہ کر لیجیے، واقعات کا مقابلہ کر لیجیے، حالات بھی اس وقت کے مقابلے میں دیکھ لیجیے، آج کے اخبارات دیکھ لیجیے، ہر روز کی figure دیکھ لیجیے تو جناب والا کوئی comparison نہیں ہے۔ آج نہ تو حکومت ہے، نہ ان کا کوئی کردار ہے، نہ دہشت گردی کو روکنے کے لیے کوئی عملی اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ موجودہ حکومت اس معاملے میں فیل ہو چکی ہے اور اس دہشت گردی کو کنٹرول کرنے میں بالکل ناکام ہو چکی ہے۔

جناب میں اس کے ساتھ یہ بھی عرض کروں کہ ہمیں دیکھنا ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ اب یہ ایک لمحہ فکریہ ہے، پاکستان کی بقا کا سوال ہے۔ سوال یہ ہے کہ دہشت گردی کیسے روکی جائے۔ اس میں جناب والا کوئی جماعت عقل کل نہیں، کوئی لیڈر عقل کل نہیں۔ ہمیں مل کر سوچنا ہو گا۔ ہمیں اکٹھے ہونا ہو گا لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ ہم دوسری جماعت سے کوئی بات نہیں کریں گے۔ یہ وقت وہ نہیں ہے کہ آپ اپنے آپ کو عقل کل سمجھیں اور آپ سمجھیں کہ

ہم سارے معاملات ٹھیک کر سکتے ہیں اور ہم سارے معاملات ٹھیک کریں گے۔ مل کر بیٹھیے اور رائے لیجیے۔ یہ لوگ بھی وہ لوگ ہیں جو ایوانوں میں ووٹ لے کر آئے ہوئے ہیں۔ بے شک درست ہے کہ قوم نے آپ کے حق میں فیصلہ دیا' اکثریت نے آپ کے حق میں فیصلہ دیا' لیکن یہ لوگ بھی عوام کے نمائندے ہیں۔ ان لوگوں سے بھی مشورہ کیجیے ' یہ شاید آپ کو زیادہ صحیح راہ دکھا سکیں اور زیادہ مثبت رائے دے سکیں اور اس رائے پر عمل کر کے شاید ہم اس ملک کو اس دلدل سے نکال سکیں۔ اس لیے ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ جتنی بھی زیادہ سے زیادہ آراء ہوسکتی ہیں اور صائب آراء ہوسکتی ہیں' ان کو اکٹھا کر کے ہم اس معاملے میں قوم و ملک کی خدمت کریں۔

دوسری بات جناب والا! یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم یہاں آتے ہیں' ہم یہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ پرانی روایت بن چکی ہے کہ ہم یہاں آئے' ہم نے سیشن بلایا۔ ایک دو معاملات جو ہیں' وہی stereo type معاملات ہیں۔ ایک معاملہ external or internal aggression ہوتا ہے۔ دوسرا معاملہ مہنگائی ہے اور اس پر دو تین چار روز بحث کر کے ہم چلے گئے۔ جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک concrete proposal نہیں ہے - یہ ایک مثبت سوچ نہیں ہے - بہت سی اچھی تقریریں یہاں ہوئیں۔ بہت سی تقریریں رپورٹ ہوں گی۔ ہم جیسے لوگوں کی بہت سی تقریریں رپورٹ نہیں ہوں گی اور خاص لوگوں کی ضرور رپورٹ ہوں گی لیکن جناب! اخبار میں تقریر کا رپورٹ ہو جانا' اس ایوان میں کارروائی ہو جانا' اس ایوان کی کتابوں میں تقریروں کا آ جانا' یہ جناب! مسئلے کا حل نہیں ہے۔ ہم آئے' ہم نے باتیں کیں' بہت اچھی اچھی باتیں ہوئیں' بہت اچھی اچھی تقریریں ہوئیں' بہت اچھی اچھی تجاویز دی گئیں لیکن جناب والا! یہ کوئی concrete چیز نہیں ہے۔ ہم نے آج تک سینیٹ کا کوئی resolution pass نہیں کیا۔ ہم نے آج تک سینیٹ کی طرف سے تجاویز حکومت کو نہیں بھیجیں۔ ہم نے آج تک سینیٹ کی طرف سے عوام کے سامنے کوئی مثبت اور ٹھوس تجویز پیش نہیں کی۔ جناب والا! میرے نزدیک معاملے کا حل یہ ہے کہ یہاں جو دہشت گردی ہو رہی ہے' اس معاملے کے سلسلے میں اپنی سٹینڈنگ کمیٹی کو فعال کیجیے یہ معاملہ Standing Committee کو refer کیجیے اور کہیے کہ اپنی تجاویز دے۔ یہاں ان تجاویز پر بحث کیجیے اور بحث کرنے کے بعد ان کو ایک

حتمی شکل دے کر سینیٹ کی تجاویز حکومت کو بھیجیے اور پھر دیکھیے کہ کیا حکومت ان پر عملدرآمد کرتی ہے یا نہیں۔ صرف تجاویز دے دینا کافی نہیں ہے، میں نے ایک تجویز دی، دوسرے ممبر نے دی، تیسرے ممبر نے دی اور ہوا میں تحلیل ہو گئی، کاغذوں اور debates میں لکھی گئی، جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ عملی قدم نہیں ہے۔ عملی قدم یہ ہے کہ ہم تجاویز دیں جیسے آپ کو معلوم ہے کہ ہم Finance Bill پر concrete اور ٹھوس تجاویز بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کرو۔ ہماری ایک بھی نہ مانی جائے، ہماری پانچ یا دس مانی جائیں لیکن سینیٹ کی طرف سے مثبت تجاویز جاتی ہیں۔ میں یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری اور سینیٹ کی طرف سے سینیٹ کمیٹی کی معرفت اور جناب! میں یہ نہیں کہتا کہ صرف اسی معاملے پر سینیٹ کی کمیٹی بیٹھے بلکہ میں کہتا ہوں کہ دیگر جو مسائل ہیں، Finance Committee بیٹھے اور ملک کو financial crisis سے نکالنے کے لیے اپنی تجاویز دے۔ Food and Agriculture Committee اپنی تجاویز House میں بھیجے اور House ان تجاویز کو finalize کر کے حکومت کو بھیجے۔ جناب والا! کوئی concrete تجویز ہونی چاہیے۔ صرف یہاں آ کر تقریریں کر کے چلے جانے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اسی طرح جناب والا! energy crisis ہے، اس کے متعلق ہماری Standing Committee on WAPDA کو معاملے refer ہونے چاہییں اور جناب! میں اپنی تقریر کے دوران House کے سامنے یہ تجویز بھی پیش کرنا چاہتا ہوں کہ تین، چار crisis ہیں۔ ایک law and order کا ہے، Standing Committee on Interior کو کہا جائے کہ وہ مثبت تجاویز بھیجے، ان کو discuss کیا جائے۔ جناب! energy crisis ہے، واپڈا کی ہماری جو Standing Committee ہے، اس کو کہا جائے کہ وہ مثبت تجاویز بھیجے اور ان کو approve کر کے حکومت وقت کے پاس بھیجا جائے۔ اسی طرح جناب! Standing Committee on Finance and Revenue ہے، وہ financial crisis سے نکالنے کے لیے اپنی تجاویز دے، ان پر غور کیا جائے اور پھر ان کو حکومت کے پاس بھیجا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا قدم ہو گا کہ جس سے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ رہنمائی کر سکیں گے لیکن کم از کم اپنی تجاویز ان تک بھیج سکیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ ہماری تجاویز پر عملدرآمد ہوا ہے یا نہیں۔ جناب! وگرنہ یہ ہے کہ ایک بات میں کہتا ہوں، اُدھر سے اس بات

کی تائید نہیں ہوتی۔ اُدھر سے کوئی بات ہوتی ہے' اِدھر سے تائید نہیں ہوتی۔ اگر اس ایوان کی طرف سے concrete تجاویز جائیں گی تو ان پر عملدرآمد کے لیے حکومت لازماً مجبور ہو گی اور کہا جائے گا کہ یہ سینیٹ کی تجاویز ہیں۔ Otherwise یہ ہے کہ سینیٹ کا اجلاس ہوا' سینیٹ کی کارگزاری میں چند تقاریر ہوئیں اور session ختم ہو گیا۔ جناب والا! اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور اس کو عملی جامہ پہنایا جائے اور اس گھمبیر مسئلے سے ملک کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔ یہ ہم سب کا فرض ہے اور جناب والا! میں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ میاں پاکستان کو سلامت رکھے۔ اللہ میاں پاکستان کو قائم رکھے اور اللہ میاں پاکستان کو ان تمام مسائل سے نکالے اور یہ ترقی و خوشحالی کی منزلیں طے کرتا ہوا' بلند سے بلند تر مقام پر پہنچے۔ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Leader of the Opposition, Kamil Ali Agha Sahib, list

تو ہے' آپ نماز کے بعد continue کرنا چاہتے ہیں یا کل تک چلانا چاہتے ہیں۔

سینیٹر کامل علی آغا: جی' جیسے House...

Mr. Deputy Chairman: Sense of the House, Kakar Sahib, please.

ابھی نماز سے پہلے ایک سپیکر مولانا راحت حسین صاحب ہیں۔ اس کے بعد پھر کل کریں گے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: جناب! Leader of the Opposition اور سب کے ساتھ یہی decide ہوا تھا کہ مغرب کی نماز تک چلایا کریں گے اور اس کے بعد پھر--

جناب ڈپٹی چیئرمین: اگر کل ایسی ضرورت پڑی تو lunch ادھر کر کے اس کے بعد بھی کر سکتے ہیں۔ Before مغرب مولانا راحت حسین صاحب۔ بھنڈر صاحب نے کہا کہ میری دعائیں ہیں۔ ویسے بھی ہمارے ملک کو ماں کی اور اپنی دعائیں ہیں۔ دعاؤں پر چل رہا ہے' آگے اللہ خیر کرے۔

سینیٹر مولانا راحت حسین : الحمد للہ رب العالمین ۔ والعاقبۃ للمتقین ۔ والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین ۔ وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شھیدا ۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ۔ صدق اللہ العظیم ۔ شکریہ جناب چیئرمین ! کہ اس حساس نوعیت کے مسئلے پر آپ نے بولنے کا موقع دیا ۔ آپ سے درخواست ہے کہ ممبران کو ذرا متوجہ فرمائیں ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : وہ سب آپ کی طرف متوجہ ہیں ۔ صرف کامران مرتضیٰ صاحب کمزور سے امجد عباس صاحب کو گلے لگا رہے ہیں ۔ بسم اللہ کریں ۔

سینیٹر مولانا راحت حسین ، تجاویز اور تقاریر بہت ہو چکی ہیں ۔ سینیٹر ممبران اور ملکی ماہرین کی تجاویز بھی آ چکی ہیں ۔ اس ملک میں تقاریر کی نہیں بلکہ عمل کی ضرورت ہے اور میں آج سیاسی وابستگی سے ہٹ کر اپنے ملک عزیز ، جس کی حفاظت کرنا ہمارا ایمانی فریضہ ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حب الوطن من الایمان ۔ اپنے وطن سے محبت کرنا ، ایمان کی علامت ہے اور اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے کہ یا ایھا ء الذین اصبر و صابرو ورابطو کہ استقلال ، استقامت سے اور منظم ہو کر اپنی سرحدوں ، اپنی community اور اپنی جغرافیائی حدود کا تحفظ کرنا اللہ رب العالمین نے متقین کی صفت میں گردانا ہے ۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے ، عربی کا ایک مقولہ ہے اور وہ community علماء یا سکالر کے متعلق ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ ہم اتفاق نہیں کریں گے ۔ آج ہمارا سینیٹ اس پر متفق ہے کہ اتفاق نہیں کریں گے ۔ یہ کتنی ذلت اور رسوائی کی بات ہے کہ ملک اور ہماری وحدت اور استحکام جس طرف جا رہا ہے ، اس سے ہمیں سبق لینا چاہیے نہ کہ ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرائیں اور الزامات لگوائیں ۔ جناب چیئرمین ! جب ہم ممبر منتخب ہوئے اور یہاں پر آئے ، ہمارے ایک محترم بھائی نے کل بھی آئین پاکستان کے تحت حلف لیا ، قسم اٹھائی اور ہم نے بھی اس ملک کے نظریات ، اسلامی دستور ، جغرافیے اور اس ملک سے وفاداری کا

آئین پاکستان کے تحت حلف لیا اورقسم اٹھائی اور ہم نے بھی اس ملک کے نظریات' اسلامی دستور اور جغرافیائی حدود کے ساتھ وفاداری کی قسم اٹھائی ہے۔ قسم اٹھانے کے بعد ہم اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم اس قسم کے پابند نہیں ہیں تو پھر ہم سارے خائن ہیں' ہمیں کفارہ ادا کرنا چاہیے اور ہم بار بار خائن ہوتے جا رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم آج سے یہ حلف اٹھائیں کہ اغیار کے مقابلے میں اکٹھے رہیں گے' دشمن کے مقابلے میں اکٹھے رہیں گے' خواہ وہ کرزئی کی شکل میں ہو' خواہ ہندوستان کی شکل میں ہو' خواہ Bush کی شکل میں ہو' America کی شکل میں ہو یا ان کا کوئی agent ہو' ان کا پٹھو ہو۔ انکے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا (عربی) کہ کفر اور ان کے agents ایک ہی ملت ہیں' اس میں کوئی تفریق نہیں ہے' اگر کوئی ان کی کٹھ پتلی بن جائے اور ہم اس کو یہ انعام دیں کہ یہ جرگے نے منتخب کیا ہے۔ ٹھیک ہے کہ ہم طالبان کو نہیں مانتے تھے' ان کی حکومت کو نہیں مانتے تھے تو سردار داؤد نے کونسا گناہ کیا تھا کہ ان کے قاتلوں کو بھی لبیک کہا گیا' ان کا بھی ماتھا چوما گیا' انہوں نے اس بستی کے لوگوں کو امن دیا تھا' اس ملک کے لوگوں کو امن دیا تھا۔

بہرحال مختلف منفی باتوں میں نہیں جانا چاہتا لیکن ایک message دینا چاہتا ہوں کہ جناب چیئرمین! جہاں تک خارجہ policy کا تعلق ہے کہ ہم 8, 10 سالوں سے بلکہ جب سے یہ ملک بنا ہے' اس کا ایک آئین ہے جو ایک ضابطے کے تحت بنایا گیا ہے' ایک مقصد اور نعرے کے تحت بنایا گیا ہے کہ اس ملک کا مطلب کیا ہو گا' لا الہ اللہ محمد رسول اللہ۔ جب کوئی بندہ اپنے نعرے سے خود پھر جائے اور اس کے دستور اور آئین کو بازیچہ اطفال اور اپنی ذاتی رائے تسلیم کر لے تو پھر جس ملک میں قانون کی حکمرانی نہ ہو' اس کی کوئی بھی policy کامیاب نہیں ہو گی۔ یہاں اس ملک میں قانون کی حکمرانی نہیں ہے' ہم نے بہت پہلے بھی یہ کہا ہے کہ 14 کروڑ عوام کا ایک میثاق 1973 کا آئین ہے' اس کو اصل اور من وعن نافذ کیا جائے' عملی طور پر نافذ کیا جائے لیکن اس میں ترامیم ہوتی جا رہی ہیں۔ اس کو اپنی ایک ذاتی diary بنادیا گیا ہے' اس کو پاؤں تلے روندا گیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس ایک ایسا دستور ہے جس پر ہم سب کا ایمان ہے' یہ قرآن کریم ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ (فارسی) وہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس دوسرے آئین کی ضرورت نہیں ہے جو 14 سو سال پہلے جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترا' اللہ رب العالمین نے نازل فرمایا اور جبریل امین لائے۔ اس آئین کے ہوتے ہوئے پھر بھی ہم کسی کے محتاج رہیں تو یہ اللہ رب العالمین کی نعمتوں کا کفران ہے۔

جناب چیئرمین! خارجہ policy آزاد ہونی چاہیے' کئی کئی معاہدات ہوتے ہیں' پیغمبر علیہ السلام کے زمانے میں بھی معاہدات ہوئے' معاہدے کا بھی ایک احترام ہے لیکن اپنی پالیسیوں کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑنا' میرے خیال میں یہ اس ملک کے ساتھ ناانصافی ہے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات وزیر اعظم کا دورہ ہے' اس پر بہت تفصیل سے بات کی گئی جب وزیر اعظم گئے ہیں تو پیپلز پارٹی کا وزیر اعظم نہیں' کوئی بھی وزیر اعظم ہو' خواہ شوکت عزیز ہو لیکن یہاں سے جب جاتے ہیں تو coalition کا وزیر اعظم نہیں' وزیر اعظم پاکستان ہے۔ یہاں پر Opposition ہے' وہ آپ کو ہار نہیں پہنائیں گے' Opposition کا معنیٰ حزب اختلاف ہے؛ وہ آپ کے جائز کام پر بھی تنقید کر سکتے ہیں' ان کی اپنی ایک رائے ہوتی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ جب ہمارا کوئی بڑا باہر جائے۔ اس کے دورے کو آپ ازخود ناکام بنائیں اور اخبارات کی زینت بنائیں تو میرے خیال میں یہ ناانصافی ہو گی۔ وزیراعظم صاحب کہہ رہے ہیں ہمارا دورہ کامیاب رہا' اللہ کرے کہ کامیاب ہو جائے اور ہمارا بھی یہ خیال ہے کہ انشاء اللہ کامیاب رہے گا۔ بہرحال اپنے ملک کی بے احترامی اور ایک دوسرے پر الزام ٹھہرانا' یہ مناسب نہیں ہے۔

تیسری بات intelligence کے بارے میں۔ چیئرمین صاحب! میں آپ سے کچھ زیادہ وقت لوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بیچ میں اذان ہو گئی تو پھر آپ کو کل تقریر مکمل کرنی پڑے گی' پھر بہت زیادہ وقفہ ہو جائے گا۔

سینیٹر مولانا راحت حسین: امامت تو انشاء اللہ میں کراؤں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں دوسرے مولوی بھی ہیں' آپ اکیلے تو نہیں ہیں'

یہاں تو پاکستان مولویوں سے بھرا ہوا ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر مولانا راحت حسین: میں Intelligence اداروں کے متعلق عرض کر رہا تھا۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے' Intelligence اداروں کی ضرورت اور ان کی ذمہ داریاں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں Intelligence ادارے موجود تھے' خود جناب رسول اللہ نے فرمایا' ایک مجمع میں' ایک جماعت میں' ایک شوریٰ میں------ذرا توجہ چاہتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ ایسے تقریر کر رہے ہیں جیسے جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں' آپ اِدھر میری طرف مخاطب ہوں۔

سینیٹر مولانا راحت حسین: جناب چیئرمین! Intelligence اداروں کے متعلق پیغمبر علیہ السلام نے ایک مرتبہ شوریٰ میں فرمایا کہ (عربی) جو مخالف فریق تھا' جو فوجی ساز و سامان کے ساتھ آئے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی خبر مجھ تک کون پہنچائے گا؛ تو ایک صحابی کھڑے ہوئے' انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا یا رسول اللہ یہ خبر میں پہنچاؤں گا۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا (عربی) میں ان کے ساتھ جنت میں رہوں گا' اکٹھے رہیں گے۔ Intelligence اداروں کی ایک خصوصیت و اہمیت ہے لیکن یہ ملک کے تحفظ کے لیے ہو' یہ نہ ہو کہ ملک کے سیاستدانوں کو blackmail کریں۔ ہر دور اقتدار میں Intelligence اداروں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اغیار کی منصوبہ بندی ناکام بنائیں' ملک میں جو ایجنٹ اغیار کی ایجنٹی کر رہے ہیں' اس کے سارے راز کو افشاں کریں اور ان کو گرفت میں لائیں۔ Intelligence سے کوئی انکار نہیں کرسکتا' اس کی ضرور اہمیت ہے' شریعت کے حوالے سے بھی ہے۔ اداروں کا تحفظ کرنا چاہیے' اداروں کو صحیح لوگوں کے ہاتھوں میں ڈالنا چاہیے تاکہ ادارہ ذاتی شخصیات کے اردگرد نہ گھومے اور وہ اسے ذاتی مفادات کے لیے استعمال نہ کریں۔

جناب چیئرمین! جہاں تک دہشتگردی کی بات ہے تو دہشگردی اور جہاد میں فرق کرنا چاہیے۔ جس طرح ہمارے مندوخیل صاحب نے فرمایا اور میں نے ٹیلیویژن پر یہ بات کہی اور

ہماری قیادت نے بھی کہی کہ شریعت میں اس چیز کی اجازت نہیں ہے کہ کسی کو ذبح کریں، bomb blast کریں یا خودکش حملہ کریں۔ یہ اسلام میں کہیں بھی جائز نہیں ہے۔ ہم اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ افغانستان میں اگر Russia کی forces آئیں تو ہم اس کو بھی لبیک کہیں۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب سنائی دی)

سینیٹر مولانا راحت حسین: جناب! میں دو منٹ میں ختم کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا راحت حسین صاحب پہلے نماز ہو گی، اب adjourn کریں گے۔ کل آپ یہ دو منٹ مکمل کریں۔ کل آپ نے کہا تھا نماز پہلے، no تقریر، آپ نے خود روایت ڈالی ہے۔ اب میں adjournment کا اعلان کرتا ہوں۔ کل انشاء اللہ اجلاس صبح ساڑھے دس بجے ہو گا۔ صبح یہی تقاریر جاری رہیں گی، یہی agenda ہے، کل ظہرانے کا بھی بندوبست ہو گا، اراکین اور Electronic media سب کے لیے اِدھر lunch کا بندوبست ہو گا اور کل پھر ہم ایک دوسرا agenda بھی جاری رکھیں گے۔ اس وقت کل صبح 10.30 بجے تک کے لیے adjourn کرتے ہیں۔

[The House was then adjourned to meet again on Wednesday, the 6th of August, 2008 at 10.30 a.m.]